

وَأَعْلَنُوا نَجْمَ الْوَجْدِ  
 اور نہ بل کر لشکر نبی کو ٹھوکی  
 سے تمام لو اور غزوہ میں نہ چڑھو

# حَبْلُ اللَّهِ

وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى  
 اللَّهِ فَتَدْعُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا  
 كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝

”اور اس دن سے ڈرو جس دن کہ تم اللہ  
 کی طرف لوٹائے جاؤ گے، پھر ہر شخص کو  
 اُس کے کیئے ہوئے کا پورا پورا بدلہ دیا جائیگا  
 اور اُن پر ظلم نہ ہوگا۔“ (البقرہ - ۲۸۱)

# الهامی ادب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تَكَادُ السَّمُوتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ  
وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۚ أَنْ دَعَا لِلرَّحْمَنِ وَلَدًا ۚ  
وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمَنِ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا ۚ إِنَّ  
كُلَّ مَنْ فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا إِلَى  
الرَّحْمَنِ عَبْدًا ۚ (مريم: ۹۰ تا ۹۳)

”قریب ہے کہ آسمان پھٹے پڑے، زمین سے شق ہو جائے اور پہاڑ ٹوٹے کر گر پڑیں، اس پر کہ ارض لوگوں نے جس شخص کے لئے بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا! اور جس شخص کے یہ شایانے شاخے تو نہیں ہے کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے۔ زمین و آسمان سے میرے جو بھی ہیں وہ سب جس شخص کے سامنے بند ہیں کہ جیتے سے پیشہ ہونے والے ہیں۔“



# حیل اللہ

## اس شمارے میں ترتیب

۱: حدیث دل — ادارہ  
۲: عید میلاد النبی کی شرعی حیثیت  
— ابو یوسف آزاد

۳: دین داری یا مڈکانداری  
— انیس الدین

۴: داؤد علیہ السلام  
— نسیم الدین غفرم

۵: اللہ کی قدرت اور اس کا قانون  
— حکیم عبدالقصد

۶: مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ  
— قتالہ عزیز

۷: تافلہ ہے دوا دوا  
— شکیل الرحمن، کیپٹن ارشد  
نور سلطان و غلام اللہ

۸: سلسلہ سوال و جواب  
ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی رحمہ اللہ علیہ  
— سعید احمد، مشتاق احمد

مدیر: محمد اعظم خان

نائب مدیر: انیس الدین

مُحَسِّن دِی عَمَل

یَعْقُوب عَسَلی

سَعید احمد

طارق نسیم

منصور سلطان

معاونین

چند روز قبل

تین تین ساتھیوں سے اپیل

تحریر کو جاری رکھنے

اور جہل اللہ کی اشاعت کو ممکن

بنانے کے لئے حسبِ توفیق تعاون

فرورڈ کرنا ہے۔

یہ جگہ بلا قیمت تقسیم کیا جاتا ہے

مقام اشاعت

مرکزی دفتر: مسجد قو حید

آر۔ جی ویلوئے کو اوپنری، پوسٹ بکس نمبر ۶۲۸

کراچی۔ کراچی





الحکم خداوند کی دعوت اٹھانے والے یا (مواہر حکم کی پکار پر) اسے ہیں (التوبہ ۵۸)۔ نبی کے لئے نواہا گیا ہے کہ یہ ایسے لوگ ہیں جنکو انکی  
 لپیک (اسم) کہنے والے نبی وراصل اہلبیہ علیہم السلام کے مشن اور انکی اس تجرت اور خرید و فروخت اللہ کی یاد اور اقامت صلا و اور اہل حق کو کوا سے  
 مشترکہ سنت کے سچے پیروکار ہوا کرتے ہیں۔ دعوت الی اللہ کا یہ عظیم مشن عاقل نہیں کرتی اور وہ قیامت کی تکفیلوں کے بارے میں فکر مند اور لرزدہ  
 دنیا میں رواج پذیر اعتقاد کی پاسبانی اور اللہ کے دین کے مخالف ماحول کے برہنہ مہم ہوتے ہیں۔ (النور، ص ۱۰۰)

ساتھ ساتھ گاری پیدا کرنے والا نہیں بلکہ رنگ جہاں بدلنے کا مہم جو دار ہوتا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اللہ کے ہاں یہ مقام اور اعزاز انکی دین  
 ہے۔ چنانچہ تاریخ انسانیت گواہ اور اللہ کی لاریہ کتاب میں یہ شہد عادل اسلام کے ساتھ مخلص و ایستغاثی اور اس پر استقامت کی وجہ سے ملتا ہے۔  
 ہے کہ اہلبیہ عظیم السلام اور انکے مخلص ساتھیوں نے اس اصولی اور انہوں نے اللہ پر ایمان کے مقابلے میں تمام باطل عقائد و نظریات کو مسترد  
 بنیادی دعوت کے مقابلے میں برائی کی قوتوں سے کسی قسم کے کچھنے کو کمر کے ان سے اور باطل پرستوں سے برائیت و بیزاری کا اعلان کیا۔ اللہ کی  
 جرگوں کو را نہیں کیا۔ یہاں تک کہ اللہ کے آخری رسول نے اس دعوت راہ میں ہجرت کا قضا پورا کر دیا کہ ہذاں چیز کو ترک کر دیا جس سے اللہ  
 کے مقابلے میں کفار و مشرکین کی تمام تر پیش کشوں کو یہ کر کر ٹھکرادیا کہ نے منع فرمایا۔ یہاں تک کہ اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے گھر بار، علاقہ و  
 اہل قبیح اور مایوس آقا کی اہل حق و عصمت دی عذبت یوم عظیم (یوشی) و ملن ملی و اسباب، ریوی بی کے اور کعبہ و برادری کو چھوڑنے کا قاضا ظاہر ہوا  
 اور آپ کے ایمان دار ساتھیوں (صحابہ کرام) نے بھی اللہ کے دین کے تو اللہ کے نبی علیہ السلام کے ساتھ ان سب چیزوں سے و شہداء ہو کر ہجرت  
 کے لئے نکل پڑے۔ اسی طرح اللہ کی راہ میں جہاد کے مسئلے میں دعوت ساتھ اپنی و ایستغاثی کو دنیا کے مفادات پر ترجیح دی۔

چنانچہ قرآن میں ان کو ہدایت یافتہ قرار دیتے ہوئے انکی و ایستغاثی حق کے ایمان و انصار اور اہل قلمہ اللہ کے مشن کے علمبردار ہے۔  
 کے لئے فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کو ایمان کی محبت سے مزین کتاب و سنت کی تعلیم کے حصول سے لیکر و سکھ لوگوں میں پھیلانے تک  
 اور اسکے مقابلے میں کفر و مشرک، فسق و فجور اور گناہ و معصیت سے تم کو متفرق دلتے و دلتے ہر انداز سے بھر پور کر دیا اور کیا اور میرا اسکے بعد  
 کر دیا ہے (انجرات، ۸۵)۔ ہاں ان کے بارے میں یہ بات کائنات نے منہ جاری اگر اس نظریے کے دفاع میں تواور اٹھانے کی ضرورت پیش آئی تو اللہ جہاں  
 فرمائی کہ: "یہودی مفادات کو اپنے راستے کی دکلاٹ بنانے والوں کے مقابلے مصلحتی پر رکھ کر سربکف میدان میں نکلے اور ایسے تمام مراحل پر صبر  
 میں اللہ کے رسول اور انکے مومن ساتھی اپنے مال اور جان کے ذریعے استقامت کا حق ادا کر دیا۔ اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کرنے کے  
 اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ یہی لوگ دنیا و آخرت کی بھلائیاں منینے صلے میں جنت الیٰٰی خوشخبری پر مطمئن اور ہر طرح کے دنیاوی مفادات سے



بے پروا ہو کر محض اپنے رب کی مغفرت اور اسکی رضا و خوشنودی کے لئے اس راہ میں سرگرداں رہے۔ اللہ کے ان بندوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول سے تعلق جوڑا تو اپنی سیرت و کردار اور عادات و اطوار کو پوری طرح ان کے سانچے میں ڈھالا۔ انکے روز و شب، معاملات و دنیا، پسند و ناپسند کے معیارات اور خواہشات نفس، سب کچھ اللہ کی شریعت کے تابع ہو گیا۔

اس طرح کہ، دنیا پر ہر کچھ مرتے والے آخرت کے طلبگار بنے۔ مصیبت اور نفرت و عداوت، باہمی اخوت و محبت میں بدلی۔ انہیں میں لڑ سکر ختم ہوئے والوں کو "وحد، یھود، نصار" کا رہائی سر تقویت ملا۔ لاشی و بے پرواہی کی جگہ شرم و حیا نے لے لی۔ باہمی انکسار و اقتراف اور بے راہ روی کے شکار نظم و ضبط اور سب و عطیات کے ہیکر بنے۔ بد خوئی، انصاف نفسی اور خود غرضی نے بدل کر خوش مزاجی، اہل حق چارے اور ایک دوسرے کے لئے لڑاؤ و قربانی اور غیر خواہی کی شکل اختیار کر لی۔ ہر طرح کے فسق و فجور میں ڈوبے ہوئے تمام ترکہاں و متکبران سے تھجیب ہو کر خفی و عبادت گزار بنے۔ اور اس راہ میں دن کے شمسوار رات کی استہائیں میں اپنی خواب گاہوں سے اٹھ کر اللہ کی بارگاہ میں عجز و انکساری سے ٹھٹھنے والے بنے۔ غرض ہر چیز بدلی۔ صحابہ کرام نے اللہ کے دین کو دل کی گھرائیوں سے قبول کر لیا۔ ہر عملہ اسکو اپنے اوپر نافذ کیا۔ انہوں نے یکسو ہو کر اپنے قول و فعل میں مطابقت پیدا کی۔ اس طرح انکے اندر آنیوالی اس تبدیلی نے باطن و معاشرے میں گہری پیچیدگی اور پھر رنگ و بھرا بھی بدلا۔ یہ سب دین حق سے آئی تھی اور حقیقی و ایمانی کا اثر تھا۔

نبی علیہ السلام نے اسی دین کے حوالے سے فرمایا تھا:  
 بعد الاسلام عربا و سبوحا کما بدأ فطوری للفریاد صحیح مسلم  
 کہ اسلام جب آیا تھا تو یہ اپنے باطن میں اجنبی تھا کوئی اسکی طرف توجہ دینے، اسکو سمجھنے اور قبول کرنے پر آمادہ نہ تھا۔ پھر اسکو فروغ حاصل ہوا۔

لوگ اسکی طرف بڑھے اور اسکو قبول کرنے میں عزت و محسوس کی۔ لیکن ایک وقت ایسا آنیوالا ہے کہ یہ دین اسلام لوگوں کے درمیان پھر غریب بن جائیگا اور اجنبی نظر آئیگا۔ کوئی اسکو اپنانے کے لئے تیار نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا یہ احسان عظیم ہے کہ اس نے غربت اسلام کے اس دور میں اپنے کچھ بندوں کو انکی کم مائیگی و بے بھلائی کے علی الرغم ایمان و عقائد کی قربانی کو دور کر کے ہر طرح کی گروہی و مسلکی و امتیازی سے کنارہ کش ہو کر خالص قرآن و حدیث کے دین کی طرف متوجہ فرمایا۔ اسکو قبول کرنے کی سعادت بخشی اور اس بنیاد پر ایک اجتماعیت سے منسلک ہو کر دعوت حق کو اٹھانے کی توفیق سے نوازا۔ اس توفیق الہی کی قدر دانی کا حق ادا کرنے اور نبی علیہ السلام کی پیغمبر کوئی کے مطابق اس خوشخبری و مبارک کا مصداق بننے کے لئے از بن ضروری ہے کہ اللہ کے یہ بند ایسے حالات میں اللہ کے دین کے ساتھ خلصانہ تعلق قائم رکھنے کے لئے خود اپنے باطن میں اجنبی بننا گوارا کریں۔ معیار زندگی کو بلند سے بلند کر کے اپنی موجودہ و دوسرے بے پرواہی کو کتاب و سنت کی تعلیمات کے مطابق سادگی اختیار کریں۔ دنیا کے مقابلے میں آخرت کی کامیابی اور اپنے رب کی مغفرت و خوشنودی کے حصول کو اپنا نصب العین اور مطمح نظر بنائیں۔ سنت رسول کی پیروی میں سب کچھ کراہی کی شخصیات کو اپنا آئینہ میل بنائیں اور اس سلسلے میں کسی ذہنی سرکوبیت کا شکار نہ ہوں۔ اسی انداز پر قرآن و سنت کی تعلیم کا ذوق و شوق بیدار ہو اور تقویٰ سے آراستہ سیرت و کردار کی تعمیر کریں۔ اپنے اندر قول و فعل کے تضادات کو ختم کر کے یکسوئی و یکجہ رنگی اختیار کریں۔ غرض آج بھی دین اسلام کو اسی طرح قبول کر کے عملہ اختیار کیا جائے تو اس کے ثمرات کا حصول ناممکن نہیں۔



# عید میلاد النبی

## کی شرعی حیثیت

تحریر: ابوبازان

ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلام اور اسلامی احکام کے اصلی شکل میں احیاء کی کوشش کی جائے، حال کتاب است پر اللہ کی طرف سے سونپی گئی یہ اہم ذمہ داری ہے۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کفر و شرک کو منکر و حید کو پھیلایا، بدعات و غمراہات کی جگہ اپنی سہارک سنت دینی کی، مگر افسوس صد افسوس! انہی کے حوالے اور تعلق سے اسلامی فقہاء کے خلاف رسوم و رواج اور بدعات شروع کر دی گئیں اور اسی کو اسلام سمجھا جانے لگا۔ ویسے تو اس نوع کی بہت سی بدعات در سومات رائج ہیں مگر ان سلوک میں ہمارا موضوع طویل مدت سے رائج ایک شرمناک رسم ہے جو کہ قبیح بدعت کے دوسرے میں داخل ہے۔ اسے عید میلاد النبی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور جشن کے طور پر منایا جاتا ہے۔ اسے منانے کے لئے ربیع الاول کی بارہ تاریخ مقرر ہے۔ اس تاریخ کو اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم پیدائش قرار دیکر خود ساختہ تہوار کے طور پر خوشی منائی جاتی ہے۔ اور ہر صغیر میں تو اس کا کچھ زیادہ ہی غلغلہ ہے۔ گزشتہ ۵۰ سالوں سے تو یہ جشن و تہوار بلاے ہی خوش و خروش سے منایا جا رہا ہے۔ اس روز سرکاری تعطیل عام ہوتی ہے، وکانوں، مکانات، مساجد، گلیوں اور سڑکوں میں، بچوں کے جانور مایانہ تشکیش کے ذریعہ چراہاں کیا جاتا ہے، کچیں مکانات پر گھی کے چراغ جلنے پھرتے ہیں، سرکاری مذاہن اہلخ سے بے پروا خواہن کی محافل میلاد نظم کی جاتی ہیں، اخبارات کے خصوصی ایڈیشن شائع کئے جاتے ہیں جن میں ولایت و سیرت پر مضامین ہوتے ہیں اور اس جشن عید میلاد النبی کو بھرپور طریقہ سے منانے کی

اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت اسلام انہی تھاہر سو کفر و شرک کے نصیبت و قبیح سائے پھیلے ہوئے تھے ہر طرح کی خرابیوں اور غمراہات کا دور و دورہ تھا، ایسے ماحول میں اللہ کے آخری نبی کی بعثت ہوئی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی تائید و نصرت اور آپ کی مصداقی جمیلہ کے نتیجے میں کفر و شرک اور غمراہات کی گھٹائیں جمشیں، اسلام کا اجالا پھیلا جس نے قلیل عرصے میں زمین کے وسیع خطے کو منور کر دیا۔ خیر القرون تک یہ اپنی پوری تابکاری سے جہاں کو منور کرتا رہا۔ لیکن اسکے بعد آنے والوں نے انہی تافہ دی کی اور وہ بھی ایسی کہ اسلام کے نام پر اسلامی اقدار پامال کی گئیں، اسلامی عقائد کے نام پر کفر و شرک پر مبنی عقائد و افکار ایمان میں داخل کئے گئے۔ سنت کی جگہ معجزات و حسرات کے نام پر بدعات رائج ہوئیں، فقہ کے نام پر اسلامی احکام اپنی اصلی شکل میں محض کر دیے گئے، مجاہدہ اور تزکیہ نفس کے نام پر تصوف اور طریقت نے ڈیرے ڈالے، ذکر کے نام پر "ہاھو" کی مچھلیں گرم ہوئیں، حب رسول کے نام پر ظلم کیا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کا مذاق اڑایا گیا۔ قرص اسلام اور اسلامی احکام کو استہزاء سمجھا گیا کہ اسلام پھر سے انہی ہو گیا۔ اس طرح اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی درست ثابت ہو گئی کہ اسلام جب آیا تھا تو انہی تھا اور پھر انہی ہو جائے گا۔ اسلام پھر سے انہی ہوا تو اسکے فوٹن ویرکات بھی اللہ سمجھے اور اللہ تعالیٰ کے غضب و عقاب کے کواڑے پر سے نکلے، ہر طرف فساد برپا ہوا انسان کی عام ہوتی، اور آج اسلام کا نام لینے والی امت کا حال سب سے زیادہ دگرگوں ہے۔ ایسے حالات میں



عرب ہو کر تھی ہے۔ ولادت و سیرت پر تحقیق والے ان مضامین میں صحیح باتیں کم اور جھوٹی روایات زیادہ ہوتی ہیں، شہر شہر گلاں گلوں اور محلہ محلہ جلسہ سیرت اقصیٰ کا اہتمام کیا جاتا ہے جس میں داماد اور مقررہ نبی علیہ السلام کی تعریف و توصیف بیان کرتے ہوئے ناحق غلو سے کام لیتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسی سے روکا ہے، دوسری طرف دارحیٰ خذے نعت خواں اپنی سرہلی آواز میں شرکیہ نعتوں کے ذریعے نبی کی نسبت کا دم بھرتے پھر آتے ہیں۔ بعض علاقوں میں تو اہل کو بدعوہ کے ساز و آواز کے سرور میں شرکیہ قوالیاں گائی اور سنی چلتی ہیں، ملک بھر میں "آدم رسول مبارک" کے پوسٹرز آویزاں کئے جاتے ہیں، خصوصی طور پر گنبد خضراء کی شبیہ بنا کر اسکی زیارت کروائی جاتی ہے حالانکہ اس نہاد کا جو وہی نبی کی تعلیمات کے خلاف ہے، مستقیم ہے کہ اسے باہت جبر و ثواب تصور کیا جاتا ہے، نبی کے نام سے منسوب کئے شیعری اور عثمانی تقسیم کی جاتی ہے لہذا کہ مذہب غیر اللہ ہونے کی وجہ سے حرام ہے، اس نہاد علماء اہلسنت والجماعت لوگوں کے ساتھ جہل کی شکل میں شہر لا مختلف شہر اہل سے گزرتے ہیں، غرضیکہ اس دن ایک منظمہ مستی پا ہوتا ہے اور مستم ظریفی یہ ہے کہ اس کی بنیادی وجہ محض رسول صلی اللہ علیہ وسلم قرار دی جاتی ہے۔ گویا انکے نزدیک شیطانی اعداء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم ولادت منانا ہی حسب رسول ہے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جتنی ہوتی دو عیدوں کے ساتھ یہ شیعری عید لہجاء کی تی ہے۔ انکی نظر میں اس خود ساختہ عید کی اہمیت کا اندازہ انکے اسی حرسے لگایا جاسکتا ہے جو کہ اس دن جگہ جگہ سرزمین لکھا ہوا نظر آتا ہے،

نار تھلا پہلے یہ جڑاوی عیدوں اسے رنج اللہ  
 سوائے انہیں کے جس میں سبھی تو غوطیں سارے ہیں

بعض فرقے اس عید میں محافل میلاد منعقد کرتے ہیں تو دوسرے سیرت اقصیٰ کے نام سے جسے منعقد کرتے ہیں۔ اور تو اور پرویز کی فرقے الے بھی اس میدان میں بھیجے نہیں ہیں حالانکہ ان کا مشن قرآن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح و تفسیر سے اٹک کر کے اپنی ملائی

اور سترہ روزہ من مانی کاویات کے سانچے میں ڈھالنا ہے۔ انکے نزدیک تو سنت صرف نبی علیہ السلام کی زندگی کی حد تک ہی قبت تھی اور بعد از وفات قبت نہ رہی۔ نبی علیہ السلام کی تشریحی و تفسیری حیثیت کے منکر یہ لوگ بھی اس خوفوں بد تہذیبی کو ہوا دیتے ہیں۔ پودنج صاحب لکھتے ہیں۔

"میرے نزدیک دنیا کے لئے جتن سیرت کی تہذیب ہوتی ہیں، ایک نذول قرآن کی عید اور دوسری عید میلاد اقصیٰ۔" (اسلم کے ہم علم، جلد دوم صفحہ ۷۷)

"اگر ہم عید میلاد اقصیٰ کو صحیح طریقہ سے منائیں تو پوری دنیا اس حوالہ کو متعلقہ لگ جائے۔" (ایضاً، صفحہ ۷۷)

دیکھنا یہ ہے کہ امت مسلمہ کھلنے والی یہ عظیم اکثریت جس دن کو اس قدر اہمیت دے کر منارتی ہے قرآن مجید اور احادیث رسول کے مطابق اس دن کی کوئی اہمیت اور عظمت ہے بھی یا نہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس معاملہ میں کیا طرز عمل رہا ہے۔ صحابہ کرام سے بڑھ کر نبی سے محبت کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟ اللہ نے نبی علیہ السلام سے انکی محبت اور جانتا ہی کی تعریف کرتے ہوئے انکے ایمان کو معیار ٹھہرایا ہے۔ مگر اس سے پہلے معلوم ہونا چاہئے کہ دین کی بنیاد قرآن مجید اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے، کوئی بھی معاملہ ہوا سے صرف اور صرف اسی کسوٹی پر پرکھا جانی چاہئے کہ کسی معاملے کی سند قرآن و سنت سے ملتی ہو تو برا نکھوں پر، البتہ دوسرے دیگر خواہ وہ کتنا ہی خوشنما نظر آئے، اسکی کوئی اہمیت اور حیثیت نہیں۔ یہ بات جہاں قرآن میں اللہ تعالیٰ نے متعدد جگہ واضح فرمادی ہے وہیں نبی علیہ السلام نے بھی احادیث میں اسے صراحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔

ماخذ ہو

ثم جعلنک علی شریعة من الامر فاتبعھا ولا تتبع  
 اهلوا الذین لا یعلمون (البجائیة ۱۷۸)

"پھر ہم نے ایک شریعت پر تم کو قائم کر دیا، تم اسی کی اتباع کرو اور جو علم تم میں رکھنے والی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔"

اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونه  
 اولیاء، علیہ السلام تذکرہ (الاعراف ۱۳)



”جو قرابت سب کی طرف سے غم نہ نازل کیا گیا ہے وہی پہلی گروہ  
اور اس کے علاوہ دوسرے سرگرمیوں کی پوری تکرار تم لوگ  
قسمت کم ہی قبول کرتے ہو۔“

وَمَا تَكْمُلُ الرِّسُولَ قَلْبُهُ وَوَمَا تَكْمُلُ عَنْ قَاتِلِهِ  
وَالْقَاتِلَ لِلَّهِ إِنَّ اللَّهَ مُدَبِّرُ الْعُقَابِ (العنکبوت: ۱۷)

”رسول جو کچھ تمہیں دے گا اسے لے لو اور جس چیز سے روک دے اس سے  
رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو مگر اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔“

قرآن مجید میں اس مضمون کی اور بہت سی آیات ہیں لیکن  
خوفِ خداوند کی وجہ سے دینِ بالا آیات پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔ ان آیات  
کے مطالعے سے یہ بات بخوبی واضح ہو گئی کہ دینِ عرب وہ ہے جو خالق  
کل شیء مالک و مدبر کائنات نے نازل فرمایا اور اللہ کے آخری نبی صلی اللہ  
علیہ وسلم نے تمہیں سالہ دور نبوی میں اسکی عملی تفسیر و تعبیر پیش کی  
آخر کار یہ نعمت اسلام پوری ہوئی۔

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَعْتُ لِحُكْمِكُمْ بِمِثْقَى  
وَرَضِيَّتِكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا وَنَافِلَةً ۚ (۱۳)

”آج میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تمہارے حکم کو اپنی  
نعمت پوری کر دیا اور تمہارے لئے میں نے دین اسلام کو پسند کیا۔“

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اللہ کو گواہ  
بنکر لوگوں پر واضح کر دیا کہ میں نے اس دین کی ایک ایک بات بلا کم  
و کاست تم لوگوں تک پہنچا دی ہے۔

اس دین کے اتمام و اکمال کے بعد جو بھی نیا عقیدہ و نظریہ  
اخراج کیا جائیگا، یا طاقت و عبادت کے جو بھی نئے انداز یا نیا کئے جائیں  
گئے، اور جو بھی رسم و رواج جاری کئے جائیں گے وہ سب دین میں اضافہ  
ہونے کی وجہ سے قابلِ رد و رد و مردود ہوں گے۔

تکمیل دین کے بعد تمام احداث (نئی چیزوں) کو اللہ کے نبی صلی  
اللہ علیہ وسلم نے بدعت قرار دیا ہے اور جو بدعت گمراہی و ضلالت ہے  
اور مگر گمراہی و ضلالت موجبِ جہنم ہے۔ فرمایا

مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَجُلٌ بَاطِلٌ  
وَعَصِيٌّ

”جس نے دین میں کوئی ایسا کام کیا جس کی ذمہ داری ہم نے نہیں تو  
وہ کام مردود ہے۔“

مَنْ عَصَى عِدْلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ بِرَدٍّ

”جس نے دین میں کوئی ایسا کام کیا جس کا ہم نے حکم نہیں دیا تو وہ  
کام مردود ہے۔“

فَإِنَّ عِبْرَةَ الْهَدْيِ كِتَابُ اللَّهِ وَخَيْرُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ  
مُحْدَثَةٍ بَدْعٌ وَكُلُّ بَدْعٍ ضَلَالَةٌ (مسلم)

”بہترین ہدایت اللہ کی کتاب ہے اور بہترین ہدایت محمد صلی اللہ علیہ  
وسلم کی ہدایت ہے اور بدترین کام دین میں نئی بات ایجاد کرنا ہے۔  
دین میں امر نئی بات بدعت ہے اور جو بدعت گمراہی ہے۔“

اور ترمذی میں اضافہ ہے

كُلُّ مُحْدَثَةٍ فِي الدِّينِ

”اور ہر گمراہی دین کی طرف (میلنے والی) ہے۔“

اس طرح سے دین میں چار دروازے گناہد کو کر کے بدعت  
و خرافات کی قلع دہنی کا سد باب کر دیا گیا۔ چنانچہ دین وہ ہے جو قرآن  
میں موجود اور سنت سے ثابت ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا عید میلاد  
افسوس کے نام سے موسوم اس تہوار اور جشن کا ذکر قرآن و حدیث میں  
موجود ہے؟ اور انکی رو سے انکی کیا اہمیت و شہیت متعین ہوتی ہے؟  
اور صحابہ کرام کے طرز عمل سے انکی تصدیق ہوتی ہے یا نہیں؟ قرآن  
و احادیث صحیحہ کے بغور مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں اسکا جواز تو  
کجا ذکر تک نہیں ہے اور نہ صحابہ کرام کا طرز عمل تو ان میں بھی اس قسم  
کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔ یہ بھی یاد رہے کہ صحابہ کرام سے بڑھ کر  
دین کو گھٹے والا اور اللہ کے نبی سے محبت کرنے والا کوئی نہیں ہو سکتا۔  
نبی کی ولادت کا جشن منانا محبت کا اہواز ہوتا تو سب سے پہلے اسکی  
حراس صحابہ کرام کو ہوتی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قہران کے مطابق  
تا بعین و تبع تابعین کا دور غیر القرون میں شامل ہے۔ آپ نے فرمایا

خَيْرُ الْأُمِّيِّ قُرْبَى ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ  
وَصَلَّى عَلَيْهِ



”سب سے اجماعاً دور ہے۔ مروجہ ان سے مصلح ہیں اور میرا  
جو ان سے مصلح ہیں۔“

بڑے ہی نزک و احتشام سے ملایا۔ اس طرح یہ دونوں اس کے موجود قرار  
پاتے ہیں۔ بادشاہ ارمی نے اسکی تفسیر و تفسیر میں خوب بڑا چڑھ کر  
حصہ لیا تھا اس وجہ سے اکثر مشورہ نہیں لے اسی کو اسکا موجود قرار دیا ہے۔  
مورخین نے بیان کیا ہے کہ یہ دونوں بے دین و بد قماش اور بے حدود  
الطحاں تھے دین سے انہیں کوئی تعلق نہ تھا (الملاحظہ تو جمع الہرام۔  
ابن خلکان اور دیگر کتب کا پڑھا)۔ عید میلاد النبیؐ کے منانے والے  
و راصل انہی بے دینوں کے صحیح معنوں میں چروکا رہیں۔ خدا سوچیں!  
ان نام نہاد عاشقان رسولؐ نے قرآن و سنت اور صحابہ کرام کو چھوڑ کر  
کچھ بے دینوں کو اپنا جوشوا پتایا ہے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے  
لئے دو عیدیں مقرر کی تھیں ایک عید الفطر اور دوسری عید الاضحیٰ۔  
عید میلاد النبیؐ کے نام سے یہ عیسوی عید ”ایچا بندہ“ ہونے کی وجہ سے  
قابل رد اور مردود ہے خواہ اسکا مقصد کیسا ہی نیک کیوں نہ ہو۔

اس عیسوی عید منانے والوں کا طرز عمل زیادہ جاہلیت کے اہل  
کتاب اور مشرکین سے ملتا ہے۔ وہ بھی اللہ اور اس کے رسولوں کی پیروی  
کے بجائے انکی یادگاروں سے عقیدت و محبت۔ عبادت و بندگی کا تعلق  
قائم کر لیتے تھے اور یہ بھی قرآن و سنت کی پیروی کے بجائے انہی کی طرف  
ہر سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم ولادت یا یوم گار کے طور پر مناتے  
ہیں حالانکہ اسلام میں کسی کا بھی ہر سال یوم پیدائش یا یوم وفات منانے  
کا سرب سے کوئی جواز ہی موجود نہیں ہے۔ اور صحابہ کرام اس قسم کی  
سوج و گھر کے زبردست مخالف تھے۔ اسکا اہواز اس واقعہ سے ہونا ہے  
کہ جب عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مسلمانوں کے کیلنڈر  
شروع کرنے کا معاملہ درپیش ہوا تو انہوں نے کیلنڈر کی ابتداء نبی صلی  
اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے شروع کرنے کے مشورے کو یکسر رد کر دیا  
اور پھر انہوں نے اسلامی کیلنڈر کو ہجرت کے عظیم الشان واقعے سے  
شروع کر دیا۔ اسی لئے یہ سن عجمی کہلاتا ہے۔ امام سرخسی سے کہہ چکی  
شرح میں لکھتے ہیں۔

ان اودار میں اس عیسوی عید۔ عید میلاد النبیؐ کا کوئی نام و نشان  
نہیں ملتا۔ یہاں تک تو بات قرآن و سنت اور خیر القرون کے دور تک تھی۔  
کچھ اور آگے بڑھیں، فقہی مذاہب کے اماموں کا دور، کچھ پائے، اہل میں  
بھی اس قسم کی کوئی بات نہ ملے گی۔ ان اماموں میں سے کسی نے بھی  
اسے منانے کا حکم نہیں دیا۔ یہ لوگ اس کا حکم لینے بھی کیے جبکہ یہ اس  
سے قطعاً ناواقف تھے۔ قرآن و سنت کو بدستہ والوں کے لئے بعض قرآن  
و سنت ہی کافی ہے جبکہ بعد کے دور کے مسلکی مذاہب کے اٹنی مقلدین  
کی اپنے اپنے مسلک سے دلائلی قرآن و سنت سے بھی بڑھ کر ہے۔ وہ  
قرآن و سنت کو چھوڑ سکتے ہیں اپنے مسلک اور اپنے امام کو نہیں چھوڑ  
سکتے۔ مگر زیر بحث معاملہ میں یہ انکو بھی چھوڑ بیٹھے ہیں۔ انکے اماموں میں  
سے کسی نے نہیں کہا کہ یہ عیسوی عید منانا۔ پھر بھی یہ اسے بڑے جوش  
و خروش اور بے پناہ عقیدت و احترام سے مناتے ہیں۔ مسلکی لوگوں کو  
اپنے طرز عمل پر غور کرنا چاہیے کہ اماموں کے اقوال کے چھپے قرآن  
و سنت کو چھوڑ دیتے ہیں اور بدعات و غرافات کے لئے اپنے اماموں کی  
پیداہی نہیں کرتے۔

دین کے مانفد قرآن و سنت اور صحابہ کرام۔ تابعین، تبع تابعین  
اور مجتہدین کے اودار میں غیر موجود یہ چیز ہمارے سال گواں سے بہ آہ  
ہوتی اور کس طرح در آتی؟ اس سوال کا جواب اتنا مشکل نہیں، چھوڑی  
می تلاش و جستجو سے معلوم کیا جاسکتا ہے کہ یہ ”عظیم الشان“ بدعت  
ساتویں صدی ہجری میں شروع ہوئی۔ اسکی ایجاد کا سہرا عراق کے شہر  
بوسل کے رہنے والے بے دین اور جاہل صوفی ملا عمر بن محمد  
المتوفیؒ اور عراق کے شہر ارمی کے بادشاہ الملک المنظر ابو سعید  
بن حسن بھٹکین بن محمد کو گزری المتوفیؒ کے سر ہے۔ ارمی کے  
بادشاہ کی خوشنودی کی خاطر ملا عمر بن محمد نے اس بدعت کے جواز کے  
لئے فتویٰ اور مواد ہم پہنچایا۔ بادشاہ ارمی نے اسکی خوب تفسیر کی اور



”جب عمر بن خطاب نے تعین تاریخ کے بارے میں سوال کرنا شروع کیا تو بعض نے معذور دیا کہ تاریخ کی ابتداء ولادت یا وفات سے ہوتی چاہیے لیکن عمر بن خطاب نے اس رائے کو بعد میں فرمایا اس لئے کہ اس میں بیسیاںوں کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے کہ انکی تاریخ جتنی علیہ السلام کی ولادت سے ہے۔“ (السیرۃ النبویہ ج ۱ ص ۱۰۰)

انگریز ہر سال یوم ولادت و وفات منانا اور عظمت و مقدس اور بیسیاںوں کا طریقہ ہے۔ جلد و قتل کے یہاں ”جنم اشقی“ ہے اور بیسیاںوں کے یہاں ”مکر مس ڈے“۔ عید میلاد النبی کا تصور و جشن ان ہی قوموں سے براہ راست مشابہ ہے حالانکہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اہل کتاب کی مخالفت کی تعلیم فرمائی اور انکی نقل کرنے سے سختی سے منع فرمایا۔

من منہ یوم یوم منہم ابو داؤد ، مسند احمد

”جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ انہی میں سے ہے۔“

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ بارہ ربیع الاول کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا دن قرار دیا جاتا ہے حالانکہ یہ خود محض فکر ہے۔ اس تاریخ کو آپ کی پیدائش قطعاً ثابت نہیں ہے۔ محقق مورخین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی تاریخ ۲ ربیع الاول قرار دی ہے، البتہ ۲ ربیع الاول آپ کی وفات کا دن ہے۔ ان نام نہاد مباحثان رسول کی محبت بھی عجیب ہے۔ آپ کی وفات کے دن خوشی و جشن مناتے ہیں، انکے اپنے گھر یا خانہاں میں شادی بیاہ کے دن موت و آق سو جائے تو یہ اپنی شادی بیاہ کی تقریبات تصور کر دیتے ہیں جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انکا معاملہ اس سے یکسر مختلف ہے۔ انہیں اپنے بے لگام جذبات کی تسکین کے لئے خود شراب اور جشن مطلوب ہے اس میری عید کا جواز نبی سے بے پناہ محبت ہی قرار نہیں دی جا سکتی کیونکہ محبت کا معیار اللہ اور اس کے رسول کے ہوتے مانتے پر چلتا ہے۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحبکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم (آل عمران ۳۱)

”اے نبی تمہارا اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے تو میری اتباع کرو۔“

اللہ بھی تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا اللہ تعالیٰ بڑا معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔“

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من احب نسبی فقد احبني ومن احبني فکان معی فی العتہ (ترمذی)

”میں نے میری سنت سے محبت کی اس لئے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ عتہ میں ہوگا۔“

معلوم ہوا کہ محبت کا اصل راز سنت کی پیروی میں پنہاں ہے۔ سنت سے اعراض کر کے محبت کا دعویٰ کرنا حماقت و حماقت ہے۔ ومن یحیی اللہ ورسولہ ویتعد حدودہ یتخللہ نارا خالدہ فیہا ولہ عذاب مہین (النساء ۶۳)

”اور جو اللہ اور اس کے رسول کی تعظیم کرے گا اور انکی حدود سے انحراف کرے گا اسکو اللہ جہنم میں ڈالے گا جہاں وہ عذاب رہے گا اور اسکو دوزخ کا عذاب ہوگا۔“

ومن یحیی اللہ ورسولہ فقد ضل ضللاً مبیناً (الاحزاب ۵۶)

”اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی باوقار کرتے گا وہ میری عمر میں پڑ گیا۔“

نبی علیہ السلام اور صحابہ کرامؓ کے راستے کو چھوڑنے والوں کو سخت عذاب کی وعید سنائی گئی۔

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الہدی ویشیع بغیر سبیل المومنین تولہ سناتولی ونصلہ جہنم و ساءت مصیر النساء (۱۸۱)

”اور جس پر حواشیہ واضح ہو چکی لیکن اس کے بعد بھی رسول کی مخالفت کرے اور مومنوں کے راستے سے مٹ کر کسی اور راہ کی پیروی کرے تو ہم اس کو دوسری سورتوں کے جہنم و مژبہ ہے اور انکی عذاب اسکو جہنم میں داخل کر دیں گے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔“

نبی علیہ السلام نے فرمایا:

فمن رغب عن سنتی فلیس منی (بخاری و مسلم)

باقی صفحہ نمبر ۱۸۱ کا کالم نمبر ۱



# دینداری یا دکانداری

تحقیق و نظر: انیس الدین

اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے بارے میں فرمایا تھا، ”تم گزشتہ امتوں کی مترور پوری طرح پیردی اختیار کرو گے“۔ یہ دشمن کوئی آج حقیقت کے روپ میں سب کے سامنے ہے، کون سا ایسا کام ہے جو گزشتہ امتوں نے کیا ہو اور انہوں نے چھوڑ دیا ہو۔ قبر پرستی کی لعنت ہو یا پیروں اور مولویوں کو رب بنانے کا معاملہ ہو۔ غرضی تا فرہانی کا کوئی کام ایسا نہیں جو انہوں نے اختیار کیا ہو اور انہوں نے اسے ترک کیا ہو، بات محض عوام کا انعام کی حد تک ہی نہیں بلکہ اس امت کے پیر اور مولوی نے گزشتہ امتوں کے پیروں اور مولویوں کی تدوین نہیں بلکہ مکمل طور پر تقلید اور پیردی اختیار کی ہے۔ وہ حق اور باطل میں طبعی کیا کرتے تھے اور انہیں بھی یہ کام جھجھ سرفروب ہے۔ وہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے تھے اور گمراہ ان کا بھی اس کے بغیر نہیں ہوتا۔ ان کا کام چلتا ہی اس وقت ہے جب یہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے روک دیں۔ انہوں نے دین داری کی آڑ میں دکانداری کی تو یہ بھی دین کی آڑ میں اپنی دکان چمکائے ہوئے ہیں۔ اور اس معاملے میں تو انہوں نے حد ہی کر دی ہے۔ پورے دین کو گویا پیراوری صنعت بنا دیا ہے۔ ان کے یہاں نماز بکیتی ہے، اذان بکیتی ہے، ان کے امام اور مؤذن بغیر اجرت کے یہ امور انجام نہیں دیتے۔ قرآن وحدیث کا ہر پار کیا جا رہا ہے۔ قرآن پڑھنا اور منکھانا ایک پیشہ بن گیا ہے جس کو دنیا کمانے کے لئے اختیار کیا جاتا ہے۔ مولوی صاحب قرآن کی تعظیم بغیر اجرت لئے نہیں دیتے۔ معتیان دین تنخواہ لیکر فتویٰ دیتے ہیں۔ نکاح طرہی کا منع ہو رہا ہے تو قاضی صاحب جب تک نکاح پڑھانے کی زیادہ

سے زیادہ اجرت نہ لے لیں خوش ہی نہیں ہوتے۔ بچے کے کان میں اذان دیتے کا اندازہ وصول کیا جاتا ہے۔ ”بسم اللہ“ اور ”الم نشرح“ بھی بدعتی رسومات بھی مولوی صاحب کے پیٹ کی آگ بجھانے کا سامان ہیں اور بے شمار معافیات ہیں جو انسانی فہمگی کے لئے لازم و طر دم کر دیتے گئے ہیں۔ مگر انہوں نے کہ مولوی صاحب مرنے پر بھی اس معاملے کو ختم نہیں ہونے دیتے بلکہ کڑی روٹی فاتحہ خوانی سے شروع کر کے سب، ہموں، بیسواں، چالیسواں اور برسی کی صورت میں میت کے لواحقین سے ”بھتہ“ وصول کرتے رہتے ہیں کیونکہ مرنے والا مرا ہے مولوی صاحب تو تازہ دم ہیں یہ تو جیتے جی نہیں مر سکتے اور جیتے کے لئے کھانا اور کھانا از بس ضروری ہے، قرآن نئی اسرائیل کے علماء کی سبب مدوش بنانا ہے کہ وہ لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھاتے تھے اور انہیں اللہ کے راستے سے بھی روکتے تھے۔

يا ايها الذين امنوا ان كذبوا من الاحبار والرهبان  
لياكلون اموال الناس بالباطل ويزيدون عن  
مسيل الله (التوبہ ۳۳)

”اے ایمان والو! ان مولویوں اور چرواہوں میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو لوگوں کا مال باطل طریقوں سے کھاتے ہیں اور انہیں اللہ کے راستے سے روک دیتے ہیں۔“

آج بھی طرز عمل اس امت کے پیروں اور مولویوں کا ہے۔ یہ لوگ محولہ بالا آیت کا پوری طرح مصداق بنے ہوئے ہیں۔ قرآن و سنت کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ ورنہ قرآن وحدیث میں دین داری کو دکان داری



جنت کی شدید مذمت آئی ہے۔ اس امت کے ہر اور رسولی اپنے آپ کو  
انبیاء کا وارث قرار دیتے ہیں وہاں حالیکہ جتنے بھی انبیاء مبعوث ہوئے  
ہیں ہر ایک نے یہی کہا ہے کہ ہم تم سے کسی قسم کا مل و ستار اور اجرت  
نہیں مانگتے بلکہ ہمارا اجر تو اللہ رب العالمین کے پاس ہے۔ تو ح علیہ  
السلام نے فرمایا:

وَيَقُومُ لَأَسْأَلَكُمْ عَلَيْهِ مَا لَكُمْ مِنْ اجْرٍ مِنَ الْأَعْلَى لِلَّهِ  
(ہود ۱۲)

"اے میری قوم میں تم سے اس (دین) پر ہر بل نہیں مانگوں میرا اجر  
اللہ کے پاس ہے۔"  
لوہ اور شعیب علیہما السلام نے فرمایا:

وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اجْرٍ إِنْ اجْرِي إِلَّا عَلَى رَبِّ  
الْعَالَمِينَ (الشعرا: ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱)

"اور میں تم سے اس (دین) پر اجرت نہیں مانگوں میرا اجر تو اللہ رب  
العالمین کے پاس ہے۔"  
صوف علیہ السلام نے فرمایا:

يَقُومُ لَأَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ اجْرًا إِنْ اجْرِي إِلَّا عَلَى اللَّهِ  
فَطُورِي (ہود ۱۰۹)

"اے میری قوم میں تم سے اس (دین) پر اجرت نہیں مانگوں میرا اجر  
تو پیدا کرنے والے کے پاس ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہی حکم دیا کہ:  
قُلْ مَا سَأَلُكُمْ مِنْ اجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ إِنْ اجْرِي إِلَّا عَلَى  
اللَّهِ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (اسیاء ۱۳۱)

"اے نبی کہہ کہ میں تم سے کچھ (دین) پر اجرت مانگتا ہوں تو وہ  
تمہاری سمجھ میں ہے اور وہ ہر چیز سے باخبر ہے۔"

قُلْ لَأَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ اجْرًا إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ  
(الانعام ۹۱)

"اے نبی کہہ کہ میں تم سے اس (قرآن) پر اجرت نہیں مانگوں یہ تو

قوم عالم کے لئے نصیحت ہے۔"

قرآن سے معلوم ہوا کہ قوم انبیاء کا طرز عمل یہی رہا ہے کہ  
انہوں نے دین پر دنیا والوں سے کسی بھی قسم کا اجر ہاں "ہدیہ طلب یا  
وصول نہیں کیا ہے۔ بلکہ وہ تمام کے تمام اللہ ہی سے اجر کے طالب  
رہے۔ تو یہ کیسے درجۃ الانبیاء ہیں جو دینی امور بلکہ دین کے ایک  
ایک کام پر اجرت مانگوانے اور دھیلے وصول کرتے ہیں قرآن و حدیث  
نے وعیداری کو دکھادیا ہے بنانے سے بڑی شدت سے روکا ہے۔ سب  
سے پہلے قرآن ملاحظہ ہو:

وَلَا تَسْأَلُوا بِمَا لَكُمْ مِنْ دَرَاهِمٍ أَوْ دِينَارٍ أَوْ بُشْتَرٍ (البقرة ۱۶)

"اور نہی آیات کو تمہاری قیمت کے بدلے مت بیجو اور تمہاری سے  
درہم۔"

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيُسْتَرُونَ  
بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا أَوْ لَتًا كَانُوا فِي بَعْضِ الْأَعْيُنِ  
وَلَا يَكْتُمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ  
الِيمٌ (البقرة ۱۷۵)

"بلائے جو لوگ ان (قرآن) کو چھپاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب  
میں نازل فرمائی ہیں اور ان کے عموماً کچھ (دینی) مفاد سے حاصل  
کر لیتے ہیں وہ ایسے جنوں میں آگ بھرتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے اللہ  
قیمت کے دن دھم کرے گا اور نہ ان کو گناہوں سے پاک کرے گا  
اور نہ ان کے دروہانک عذاب ہوگا۔"

اہل کتاب میں سے کچھ ظلم والے جو نبی پر حق صلی اللہ علیہ وسلم  
پر ایمان لے آئے تھے ان کی اس امتیازی صفت کا قرآن میں خصوصیت  
سے ذکر کیا گیا ہے: (طہ ۱۰۱)

— شَاشِينَ لَكَ لَا يَسْتَرُونَ بِلَيْتِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا  
إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ (طہ ۱۰۱)

"اور لوگ اللہ سے ڈرنے والے ہیں اور اللہ کی آیت کو تمہاری  
کی قیمت پر نہیں چھپاتے۔"



واضح کیا گیا کہ اللہ سے ڈرنے والے خوف و خشیت کے حامل علم والوں کی یہ صفت ہوتی ہے کہ وہ دینی کام کی اجرت کے طلبگار نہیں ہوتے۔

قرآن کی ان واضح آیات کے علی الرغم دین کو کھانے کمانے کا ذریعہ بنایا گیا۔ طرفہ تماشہ یہ ہے کہ دینی امور پر اجرت وصول کرنے کے باوجود یہ سب سے زیادہ دیندار، پرہیزگار اور حقیقی گمراہے جاتے ہیں۔ دین کو دکانداری بنا ڈالنے والے قرآن کے ان احکامات کو اچھی طرح جانتے ہیں مگر ان احکامات کو یہ عالمین دین فن دینداری کے تحت تاویلات و توجہیات کے ذریعہ گزشتہ است کے متعلق جاتے ہیں کہ یہ بنی اسرائیل کا طرز عمل تھا انہیں اس سے روکا گیا ہے۔ یہ بھی عجیب بات ہے کہ قرآن کے ذریعہ جس چیز سے روکا جائے اور جس چیز کی شرافت بیان کی جائے وہ صرف اور صرف انہی اقوام کے لئے ہو۔ قرآن میں جن چیزوں سے روکا گیا ہے تو کیا عالمین قرآن ان چیزوں اور ان احکامات کی پابندیوں سے میرا ہیں؟ اور کیا قرآن میں لگائی گئی بندھنوں سے یہ عالمین قرآن تعلما آزاویں؟ "اللہ کی آیات کو مت بچو" (قرآن کی اس آیت کو فقط بنی اسرائیل تک محدود کرنا محض حیلہ ہے اور فن دینداری کا ایک کارنامہ۔ ان ماہرین فن کے لئے زیر نظر حدیث ایک نازیبا ہے اگر یہ محسوس کر لیں، ملاحظہ ہو۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تقوم الساعة حتی تأخذ امتی باخذ القرون قبلہا شیراً بشیر و ذللاً بذراع حقیل یا رسول اللہ کھارس و المروم فقال ومن الناس الا اولئک  
اصحیح بخاری ، کتاب الاعتصام

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک میری امت اس طرح و قحیل امتوں کے مطابق نہیں ہو جائے گی جس طرح

قیامت ہائیت کے امور گمراہوں کے ہوتا ہے"۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ کیا قارس دروم کی طرح فرمایا کہ ان کے سوا اور کون۔

قرآن سے واضح ہو گیا کہ تمام اجماع نے دین پر کسی قسم کی اجرت اور مال طلب نہیں کیا نہ ہی حدیث وصول کیا اور یہ بھی واضح ہوا کہ "ما نزل اللہ من الکتاب" کو دکانداری بنانے سے کتنی سے روک دیا گیا ہے۔ حدیث کی تعلیمات بھی یہی ہیں۔

### احادیث

محمد المرتضیٰ بن شہل سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اقرأ و القرآن ولا تغلوا فیہ ولا تبغوا عنہ ولا تاکلوا بہ ولا تستکثروا بہ  
مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۳۳

"قرآن پڑھو اور اس میں غلو نہ کرو اور اس سے غراہی نہ کرو اس کو ذریعہ سواش نہ بنو اور نہ ہی اس سے بہت سے دیوبندی لوگوں حاصل کریں۔"

(۱) عن عبادة بن صامت قال علمت ناسا اهل الصفة القرآن والكتاب فاهدني الى رجل منهم قوسا فقلت ليست بقال وارحم عنها في سبيل الله لا دين رسول الله صلى الله عليه وسلم فلا تالنه فأتيت فقلت يا رسول الله رجل اهدني الى قوسا ممن كنت اطلع الكتاب و القرآن وليست بقال وارحم عنها في سبيل الله تعالى قال ان كنت تعب ان تطوق طوقا من ثار فاقبلها  
ابن ابي داود کتاب الاجارة باب في كسب المعلم

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اصحابِ محد میں سے چند لوگوں کو قرآن پڑھایا اور گھنٹا سکھایا تو ان میں سے ایک شخص نے مجھ کو ایک ٹھکانے میں بھیجا۔ میں نے قبیل



کیا یہ کوئی مال تو ہے نہیں جس اللہ کی راہ میں اس سے خرچ چلاؤں گا۔ میں  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا گا اور آپ سے پوچھوں گا۔  
 تو میں آپ کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ایک شخص نے جسے  
 میں نے قرآن پڑھایا اور کھانا کھلایا مجھے ایک نعمان عظیمہ ملی ہے اور یہ کوئی  
 مال تو ہے نہیں۔ میں اس سے جیوا گودوں کا اللہ کی راہ میں۔ آپ نے  
 فرمایا: مگر تو آگ کا خلق پیدا یا ہے تو اس نعمان کو لے لے۔

(٣) وعن عمر بن الخطاب رضي الله عنه أنه مر على قاض يقرأ ثم يستألف ترجع ثم قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من قرأ القرآن فليستألف الله به فإنه سيجي أقوام يقرؤون القرآن يستألفون به الخامس - إرواه أحمد ورمضاني مشكوة في كتاب فضائل القرآن

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ ایک قصہ گو کے پاس سے گزرے  
جو کہ قرآن پڑھ کر انگوٹوں سے سوال کر رہا تھا۔ یہ دیکھ کر انہوں نے  
لَقَدْ وَفَّاءٌ رَاجِعُونَ پڑھا اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
و سلم کو لہائے حنا کہ جو قرآن پڑھے انکو چاہیے کہ اللہ سے سوال کرے۔  
مستغرب المنی تو ہیں جو کئی جو قرآن پڑھیں مگر اور ان کے ذریعہ جانوں  
سے سوال کریں گی۔

۱۳۹ عن عثمان بن ابي العاص قال قلت يا رسول الله  
اجعلني امام قومي قال انت امامهم واتخذوا منهم  
واتخذوا مني لا ياخذ علي اذنه اجرا مني ابو داود  
نسائي ابن ماجه ، مستدرک حاکم ، مسند احمد

۴۔ حضرت ابن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ مجھے سہی قوم کا ایام مقرر کر دیجئے۔ تو یہی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس کے ایام جو انکی اہستہ کرو معینوں کا خیال رکھتے ہو۔ اور ایسا موقوف مقرر کرو جو انکی جیسے پر اجرت نہ ملے۔

ان احادیث نے معاملہ بائبل ہی صاف کر دیا کہ قرآن کو قرآن اور معاش نہ بنایا جائے یہاں تک کہ عظیم قرآن پر کوئی تھنہ بھی قبول کرنے سے روک دیا گیا ہے۔ اذان پر اجرت دینے سے منع کر دیا گیا۔ جب اذان پر اجرت نہیں دی جاسکتی اور نہ لی جاسکتی ہے تو پھر امامت پر اجرت کا تو قطعاً جواز نہ رہا۔ اس طرح ان احادیث نے ختمی طور سے دینی امور کو قرآن و معاش بنانے کا قطعی سد باب کر دیا اور کوئی گنگناش باقی نہ چھوڑی۔ ان احادیث کا یہی مقصد ہی مقصود ہے۔ مگر بیٹے کے بھاری کو کہ یہ گوارا ہو سکتا ہے کہ انکی پر تعیش معاش کا وہ اذہ بند کیا جائے اور وہ اسے برداشت کر لے چنانچہ انکی طرف سے اسکے دفع میں فن و عمارت کے بہت سے مقدمات دیکھئے۔ سنئے اور پڑھئے میں آتے ہیں۔ کبھی ان احادیث کو منصف بناتے ہیں تو کبھی انکی ہر ایک تاویلات کرتے ہیں۔ کبھی ان احادیث کو وہ سہی صحیح احادیث کے لفظ معنی کر کے ان سے ٹکراتے ہیں کہ کسی طرح راستے کے مخرجت جائیں اور دین کے پیوہار میں کوئی رکاوٹ حاصل نہ ہو۔ اس میں ان کو خاطر خواہ کامیابی بھی حاصل ہوئی ہے اور دین ایک منافع بخش کاروبار کی شکل میں ہر جگہ موجود ہے۔ اس کبھی صور حال میں صواب ہے کہ احادیث سے اس گروہ علماء کو دور کر دیا جائے جو کہ بڑھم نموش دین کے نگہبان ۳۳ بیابان کے وارثوں کی طرف سے ڈالا جاتا ہے۔ ان بیٹ پر حقوں نے اپنے بیٹ کی آگ بھٹانے کے لئے جو گل کھلائے ہیں ذیل کی سطور میں ان کا تجزیہ اور خاکہ پیش خدمت ہے۔

نمبر کے تحت پیش کی گئی حدیث عبدالرحمن بن عقیل رضی اللہ عنہ کی ہے کہ قرآن پڑھو مگر اس کو زیادہ محاش نہ ملا۔ اس حدیث پر دین کو دکانداری نہ لے والوں کا تبصروں ملاحظہ ہو۔

”عظیم جوان پر اجرت لینے کو حرام ثابت کرنے کے لئے حضرت  
عبدالرحمن بن قیل، حضرت برید اور عیادہ بن حاتم کی روایات  
میں کسی ایسا نگر بیٹا کہ ظاہر ہے کہ یہ تمام روایات ضعیف ہیں۔۔۔۔۔  
دہی عبدالرحمن بن قیل الاصبہی کی روایت تو بھول موصوف کہ یہ



روایت مسند احمد بن حنبل کی تیار روایات میں شامل ہے اور اسے امام احمد نے روایت کیا ہے اور خود امام احمد موصوف کے نزدیک حقیقت ہی نہیں بلکہ کامل اور شیعہ (معاذ اللہ) قرار پا چکے ہیں۔ اس لئے انکی روایات سے موصوف کو احتمال کرتے ہوئے شرم آتی چاہیے۔

الدرین الاصل، دوسری قسط صفحہ ۱۱۸

وین کے بیویا بولوں کے نزدیک قورین و ذاری کو وکالداری بنانے سے روکنے والی تمام ہی احادیث ضعیف ہیں۔ ان کا تو کھٹا ہی کیا ہے۔ حیات و سماء فی القبر سے متعلق ضعیف ترین اور موضوع روایات بھی انکے نزدیک صحیح ہوتی ہیں مگر جن احادیث سے انکے پیٹ پر لات پڑتی ہے تو وہ صحیح ہونے کے باوجود ضعیف ہیں۔ قیاللعجب، مگر حیرت اس بات پر ہے کہ حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں اور دلیل کوئی نہیں دیتے۔ قولہ عبادت میں عبد الرحمن بن شبل کی حدیث کو بیک جہش قلم ضعیف قرار دیا گیا ہے مگر دلیل کوئی نہیں دی گئی۔ بلا دلیل صحیح حدیث کو ضعیف قرار دینا تو انکار حدیث کا شاخسانہ ہے اور منکرین حدیث کا طرہ امتیاز۔ صحیح بات یہی ہے کہ یہ روایت صحیح ہے۔ رہی یہ بات کہ یہ مسند احمد کی ناور روایت ہے تو یہ موصوف کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ورنہ حقیقت حال تو یہ ہے کہ یہ محض مسند احمد کی روایت نہیں بلکہ اسکی تخمینہ بہت سے محدثین نے کی ہے۔ ملاحظہ ہو

حدیث عبد الرحمن بن شبل، رواہ احمد بن مسند، و کذلک رواہ السحاق بن راہویہ، ولین ابی شیبہ فی مصنفہ فی باب القراۃ مع حدثا و کعب عن هشام الدستوائی بہ، و رواہ عبد الرزاق فی مصنفہ الخبرنا ممر عن یحییٰ بن ابی یحییٰ عن زید بن سلام عن جند ابی راشد العبیرانی بہ و من طریق عبد الرزاق رواہ کذلک عبد بن حمید و السحاق بن راہویہ و ابویعلیٰ الموصلی فی "مسندہم" و کذلک الطبرانی فی "معجمہ" بحصب الراہ

جلد ۲ صفحہ ۱۷۳

عبد الرحمن بن شبل کی حدیث کو احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔ اور اسیلطیہ اسکو اصحاب بن راہویہ نے اور ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب المصنف کے باب القراۃ میں و کعب عن حمید اور سوائی کی حد سے نقل کیا ہے اور اس حدیث کو عبد الرزاق نے بھی اپنی کتاب المصنف میں معمر بن عتی بن ابی کثیر عن توح بن سلام عن جند ابی راشد الطبرانی کی سند سے بیان کیا ہے اور عبد الرزاق والی حد سے نقل اس حدیث کو عبد بن حمید اصحاب بن راہویہ اور ابویعلیٰ الموصلی نے اپنی مسامید میں بیان کیا ہے اور اسی طرح طبرانی نے بھی اس حدیث کو اپنی معجم میں بیان کیا ہے۔

معلوم ہوا کہ عبد الرحمن بن شبل کی حدیث کو مسند احمد کی ناور روایت قرار دینا محض ایک شوشر ہے جو ان قن وینداری کے حاملین کی طرف سے آنے والی بات ہے۔

نمبر ۴ کے تحت عبادہ بن صامت کی حدیث پیش کی گئی ہے۔ اس حدیث میں چ نکہ باطل قبول ملنے کا کوئی امکان نہیں اسوجہ سے اسے رد کرنا بہت ضروری تھا لہذا فرماتے ہیں:

تعلیم القرآن پر اجرت لینے کو حرام ثابت کرنے کے لئے۔ اور

عبادہ بن صامت کی روایات پیش کی ہیں مگر جیسا کہ ظاہر ہے کہ یہ تمام روایات ضعیف ہیں۔۔۔۔۔ عبادہ بن صامت کی روایت میں ایک راوی بھول اور دوسرا ضعیف ہے۔ (الدرین الاصل دوسری قسط صفحہ ۱۱۸)

اس حدیث کے متعلق ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ

"یہ روایت ضعیف ہے کیوں کہ اسکی سند میں ایک راوی الامور بن

طہر الکلبی الثاقی بھول ہے القریب صفحہ ۱۱۸ یعنی الامور کے متعلق

کچھ معلوم نہیں کہ وہ کون تھے، اس حدیث کا دوسرا راوی الطحیر بن

مسند احمد کی دوسری روایت میں قبول نہیں کیا گیا ہے بلکہ وہ صحیح سند سے ہیں اور احمد بن حنبل کے

بہت سی حدیث کی تائید کرتے ہیں۔ اس موضوع پر آفندہ گئی دوسری تحریر میں لکھا جائیگا۔



زید بن ابیہ (ابو عیسیٰ بن ابیہ) نے امام احمد بن حنبل سے روایت کی کہ وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ عمار بن عاص کی زبان والی روایت ان (ابو عیسیٰ) کے حوالہ میں شریک کی جاتی ہے۔ "الذین افاضوا بمری فیہ ص ۱۵۰" یہ حدیث ان بات پر متفق ہے کہ ان میں ایک مضبوط روایت ہے اور اس میں کوئی بھی کوئی امکان نہیں چھوڑتا اس میں اس قدر طبع آزمائی کی جا رہی ہے کہ کسی بھی طرح اس روایت کو ضعیف ثابت کر دیا جائے۔ مگر درحقیقت یہ ان کی سکہ لا حاصل ہے کیونکہ یہ حدیث صحیح ہے ملاحظہ ہو۔

قال شعیب حدیث عبادۃ هذا الخرجہ ايضا الطحاوی ۱۵۸ و احمد ۳۱۵۸ و ابو نعیم فی ۳ اخبار اصہبان ۸۵۲ والیہقی ۱۱۵۸ کلہم من طریق مضمر بن زیدان بهذا الإسناد والاسود بن ضعیف مجهول، لکنہ لم یتردد بہ، فقد اخرجہ الخضر ۳۳۱۵ و ابو یونس ۳۳۱۵ من طریقین، عن بشر بن عبد اللہ بن یسار حدیثی عبادۃ بن نسی، عن حنادۃ بن لویۃ عن عبادۃ بن الصامت و صحیحہ الحاكم ۳۵۶۸ و واقعہ الذهبی، احادیثہ تہذیب الکمال، جلد ۲، صفحہ ۱۲۱

صحیح ہے کہ امام احمد بن حنبل کی اس حدیث کو ملوثی اور امام احمد بن حنبل اور ابو نعیم نے اعتبار امین ہر دو صحیحی ہر دو سے ہی نقل کیا ہے ان تمام نے مضمر بن زید کی اسی سند سے اس کو روایت کیا ہے اور اس میں تھوڑی سی تبدیلی ہے لیکن اس میں حلقہ نہیں ہے۔ جیسا کہ مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۳۳۸ اور الذوق حدیث مضمر بن زید سے اس کو روایت کیا ہے۔ اس حدیث کا دوسرا طریق اعلیٰ یحییٰ بن عبد اللہ بن یحییٰ حدیثی مضمر بن زید کی اس سند سے اس میں عمار بن عاص سے روایت ہے اور اس کو حاکم نے جلد ۲ صفحہ ۳۵۶ پر صحیح قرار دیا ہے اور اس سے اس میں اس کی موافقت کی ہے۔

اس حوالے سے یہ بات واضح ہو گئی کہ یہ روایت دوسروں سے مروی ہے۔ اسناد بن علی کی جہالت سے اور مضمر بن زید کے مختلف ذریعے ہونے کی وجہ سے اس روایت کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔ دین کی دکانداری کرنے والوں پر اس حدیث کی صحت ثابت کرنے کا فیصلہ کن حوالہ ان کے دشمن ناصر الدین البانی کا ہے۔ انہوں نے عمار بن عاص کی زیر بحث حدیث اپنی کتاب صحیح ابی داؤد میں نقل کی ہے اور اس کے دونوں طریق کو صحیح قرار دیا ہے۔ ملاحظہ کیجیے صحیح ابی داؤد جلد ۲ صفحہ ۹۵۵۔ یہ حکم پرور ہمیں کہ کیا یہ ٹوک اس روایت کو اب بھی ملے یہ تیار نہیں ہیں۔ بلا تحقیق حدیث کو ضعیف قرار دینا اس بات کی طرزی کر رہا ہے کہ اس حدیث کو رو کرنے کا پہلے ہی فیصلہ کر لیا گیا ہے اور پھر اس کے لئے اوپر دھر سے تحقیقی نوادرات اور شہادے جمع کر کے پیش کر دئے گئے ہیں۔

احادیث میں قرآن کو ذریعہ معاش بنانے کی تکفیر نفی آئی ہے۔ محض قرآن ہی کو ذریعہ معاش بنانے سے نہیں روکا گیا بلکہ قرآن و حدیث و ہدایہ کی کو دکانداری بنانے کے تحت مختلف ہیں۔ مگر حاکم بن زید ہیں کہ وہ بن داری کے نام سے اپنا اپنے کاروبار اور روزگار محقق بنائے ہیں۔ ایسا تو ممکن نہیں کہ یہ قرآن و حدیث کے احکامات سے نا آشنا ہوں بلکہ جانتے سمجھتے انہوں نے یہ اندازہ طور اپنا ہے انکی پوری کوشش ہے کہ قرآن و حدیث کے احکامات کو اپنے پیٹ کے سانپے میں ڈھال لیں۔ لہذا ان کی کو دکانداری بنانے سے روکنے والی احادیث کو اپنے کے سانپے میں ڈھالنے والی ایک مثال ملاحظہ ہو۔

"اصل بات یہ ہے کہ ان روایات سے استعمال بھی کیا جائے تو ان روایات میں حدیث قرآن پاک پر انہوں نے کونے کی مناعت کی گئی ہے یعنی انکی شخص کو حدیث قرآن کریم کے ذریعہ اجرت طلب کرنے کی اجازت نہیں ہے جیسا کہ حضرت عمر بن العاصؓ کی روایت سے ثابت ہوتا ہے۔ "الذین افاضوا بمری فیہ ص ۱۵۰" درج بالا عبارت میں ذرا غور فرمائیے، "ان روایات سے



احمد لال بھی کیا جائے۔ ”تکمر جہاں مجرمانہ ضمیر کو (صحیح احادیث کو)  
ضعیف قرار دینے پر کچھ تھکی دی جا رہی ہے وہاں احادیث کی ایک خاص  
توجہ کر کے گویا جان چھڑائی گئی ہے۔ اس طرح کے نفع بخش کاروبار کی  
راہ میں جاہل احادیث، ایک جنبش قلم اپنے احکام میں گویا ضمیر موثر  
ہو گئیں، اور ان ہیٹ پرستوں کا راستہ صاف ہو گیا۔ فقہ ہے ان دین کی  
کھائی کھانے والوں پر جو اپنے پیٹ کی آگ ٹھکانے کی خاطر احادیث کو پہلے  
تو ضعیف قرار دیں اور اس پر بھی کام نہ لے سکیں تو ان کو تاویل کی صاف ہر  
چوڑھائیں۔ احادیث میں تو دین کو ذریعہ معاش بنانے سے مطلق روکا گیا  
ہے خواہ کسی بھی انداز سے اور کسی بھی طریقے سے ہو۔ عبدالرحمن بن  
شبل رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ ہیں۔

اقرءوا القرآن ولا تأكلوا مما رزقوا به ولا تأكلوا مما رزقوا به

اس حدیث کا سیدھا سادہ مطلب ہے کہ

ایم لا تأکلوا مما رزقوا به ولا تأکلوا مما رزقوا به

وبلوغ الامانی جز ۱۷، صفحہ ۱۱۵

”یعنی قرآن کو معاش اور دنیاوی فوائد کی کثرت کا ذریعہ نہ بنو۔“

حدیث میں صاف طور پر آگیا کہ قرآن کو ذریعہ معاش اور  
دنیاوی فوائد کی کثرت کے حصول کا ذریعہ نہ بنو۔ ان غیر مبہم اور واضح  
الفاظ کے باوجود بھی یہ گھنٹا کہ ان احادیث سے احمد لال کیا بھی چاہے تو یہ  
صرف غلات قرآن پر دنیا طلب کرنے سے متعلق ہیں، درود جہ کی  
عزائم اور حقائق سے چشم پوشی کی بدترین مثال ہے۔ ایسی بات کہنے  
والے یا تو نرمے جاہل ہیں یا صحت و حریم۔ دینی عمران بن حصین کی  
روایت تو وہ بالکل الگ اور ایک مستقل حدیث ہے اور اسکا اپنا ایک  
امانی حکم ہے۔ اس حدیث کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ باقی احادیث بھی  
تھکن اسی قدر دینی حکم رکھتی ہیں جو کہ عمران بن حصین کی حدیث میں  
ہے۔ عمران بن حصین کی حدیث میں غلات قرآن کر کے سوال کرنے  
سے روکا گیا ہے تو یہ بھی یقیناً منع ہے اور امانی حکم ہے مگر اسکا یہ  
مطلب ہرگز نہیں کہ دوسری احادیث کو بھی غلات قرآن والے

محلے کے ساتھ مخصوص اور مقید کر دیا جائے۔ یہ لوگ بھی ٹیب مخلوق  
ہیں، الاحمدی غدیری کی دم دانی روایت اور محل بن سعد کی نکاح سے  
متعلق روایت جن کا دینی امور پر اجرت سے دور کا بھی تعلق نہیں انکو  
تو یہ الگ اور مستقل حکم رکھنے والی احادیث گردانتے ہیں حالانکہ ہونا تو یہ  
چاہیے تھا کہ ان احادیث کو دینی امور پر اجرت لینے سے روکنے والی  
احادیث کی روشنی میں سمجھتے اور ان کا مفہوم لینے میں بات قرین صواب  
ہے، مگر افسوس کہ ایسا نہیں کیا جاتا۔ دین کے دیواری قن دین واری  
کے ماہر ہونے کی وجہ سے مطلب برآری میں بڑے مشاق ہیں، دینی  
امور پر اجرت کی نئی میں دامد احادیث کو ضعیف قرار دینے یا انکی غلط  
توجہ کر کے پر ہی بس نہیں کرتے بلکہ بعض غیر متعلق احادیث صحیحہ  
سے بھی دینی امور پر اجرت لینے کے لئے احمد لال لاتے ہیں۔ اس معاملے  
میں سب سے زیادہ مشقی ستم الاحمدی غدیری کی دم دانی ورنہ قول  
حدیث پر کیا جاتی ہے۔

عن ابی سعید الخدری عن ان ناساً من اصحاب النبی  
صلی اللہ علیہ وسلم اتوا علی من احياء العرب  
فلهم یقرءون فیتعالم کذلک لذلک سید اولئک  
فقالوا اهل معکم دولہ الوراق فقالوا نعم انکم لم  
تقرؤنا ولا نفعل حتی تجعلوا لنا جملاً فجعلوا لهم  
قطیعاً من النشاء فجعل یقرء بام القرآن و یجمع  
بذاقہ و یفضل فیرا فأتوا بالنشاء فقالوا لا نأخذہ حتی  
تسئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالوا ففتضحک  
وقال ما ادراک انہا رقیۃ خذوها واضربوا لی  
سہم و لی ردایۃ افسعوا واضربوا لی معکم سہم  
ابن عساکر جلد ۱ صفحہ ۵۵۳۔

احمدی غدیری روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام کی یہ جماعت  
ایک عرب قبیلہ کے پاس پہنچی۔ قبیلہ والوں نے انکی مولیٰ نوادی  
کرنے سے انکار کر دیا اسی دوران میں قبیلہ کے سردار کو ایک زخریل



جائزہ دے دیں لیا۔ قبیلہ والوں نے صحابہؓ سے دریافت کیا کہ کیا تمہارے پاس کافے کی دوا ہے یا تم میں کوئی دم کرنے والا ہے؟ صحابہؓ نے جواب دیا کہ ہاں۔ مگر تم وہ لوگ ہو جنہوں نے ہماری ہریٹی کر کے سے انکار کر دیا ہے اس لئے ہم اس وقت تک تمہارے سردار پر دم نہیں کریں گے جب تک تم ہمارے لئے کچھ ایسا نہ کرنا کہہ کر۔ آخر کار بھیڑوں کی ایک گھنٹی پر سلام ملے ہوا۔ ایک صحابی نے سورۃ الاحزاب پڑھ کر اپنا قہقہہ بھجوا کر سردار پر بھڑکایا۔ قبیلہ کا سردار بالکل اچھا ہو گیا۔ حسب وعدہ قبیلہ والوں نے بھیڑیں دیں۔ صحابہؓ کو دم کہہ کر توروں پر اور انہوں نے کھا اس وقت تک ہم ان بھیڑوں کو نہیں لیں گے جب تک نبی علیہ السلام سے درخواست نہ کر لیں۔ پھر جب نبی علیہ السلام سے انہوں نے پوچھا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ تم کو کچھ معلوم ہوا کہ سورۃ الاحزاب ایک ”دم“ ہے۔ بھیڑیں کو سٹے کر لو اور میرا بھی حصہ لگاؤ۔ ایک دوسری دوا یہ ہے کہ انہیں میں تقسیم کر لو اور میرا بھی حصہ لگاؤ۔

حدیث بالا صاف بتا رہی ہے کہ یہ دینی امور پر اجرت لینے کا معاملہ سرے سے ہے ہی نہیں۔ اس حدیث سے دینی امور پر اجرت کا استدلال کرنے والے غرے جاں اور عقل کے اندھے ہیں۔ اگر ایسا نہیں ہے تو یہ یقیناً ہیٹ پرستی ہے۔ یہ لوگ مال و ذمہ کے بندے ہیں، دین اور دینداری سے انکار اور کابھی واسطہ نہیں۔ دین سے ان کا تعلق محض ریشہ و راند ہے۔ اللہ تعالیٰ محمدؐ کی حدیث میں بیان کر رہا ہے واقعہ ایک خاص خاص واقعہ ہے۔ اس زمانے میں جب ہوئی اور ولایتوران کا رواج نہیں تھا اور قبیلہ والوں نے مناجات اخلاق اور معروف رواج کے برعکس مناجات کرنے سے انکار کر دیا تو اس صورتحال میں اس کے سوا اور کیا چارہ تھا کہ ان سے حق مناجات کسی بھی طرح وصول کر لیا جاتا۔ یہ تو اضطراری حالات کا تقاضا تھا اور حالت اضطرار میں ایسا قدم اٹھانے کی اجازت ہے۔ حق مناجات وصول کر لینے سے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی تو یقیناً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پیش نظر ہو گا۔

عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ عنہ انہ قال قلنا یا رسول اللہ انک تبغنا فتزول بقوم فلا یقررتنا فما ترى فقال لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نزلتم بقوم قامر والکم بما یبغی للطفیف فاقبلوا فان لم یقبلوا فخذوا منهم حق الطیف النفس ینبغی لہم۔ (بخاری، کتاب الادب، مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ و مستدرک)

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! آپ ہمیں بھیجیں اور راستے میں ہم بعض قبیلوں کے بلو پالا کرتے ہیں لیکن وہ ہماری سیرابی نہیں کرتے۔ آپ بتائیے اس صورتحال میں ہم کیا کریں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کسی قوم کے بلو پالا کرو اور وہ تمہاری مملکت کو نقصان کریں جو مملکت کے لئے مناسب ہوتی ہے تو اسے قبول کر لو اور اگر وہ ایسا نہ کریں تو ان سے مملکت کا وہ حق وصول کر لو جو ان پر لازم ہے۔

کیا قن و دینداری کے ان ماہرین نے قرآن کا مطالعہ نہیں کیا۔ موسیٰ علیہ السلام حضرت علیہ السلام کے ساتھ ایک بیٹی میں پہنچے، اس بیٹی کے لوگوں نے گھنے کے پودوں کے کھانے کا انتظام نہ کیا۔ حضرت نے جب انکی ایک دیوار کو جو گرتے والی تھی، سیدھا کھڑیا تو موسیٰ علیہ السلام نے فوراً ان سے کہا۔

... لو شئت اتخذت علیہ اجرا (المکھف ۷۷)

اگر آپ چاہتے تو اس پر کچھ اجرت طلب کر لیتے۔

اللہ کے برگزیدہ رسولؐ تو اعلیٰ اخلاق اور اعلیٰ ظرفیت ہیں خود ایک نمونہ ہوتے ہیں اور معمولی لوگوں کو اشتہارِ انسانی کے شان شاہین نہیں ہوتا۔ لیکن اس دور میں جبکہ جو ٹولوں و طریقہ کا وجود نہ تھا مہمانوں کی مہمان نوازی نے کرنا ایک بڑی حق مہنی اور عظیم معاشرتی جرم تصور کیا جاتا تھا۔ اسی لئے اضطراری حالت میں اپنا حق لینے کے جذبہ سے ہی درج بالا الفاظ موسیٰ علیہ السلام کی زبان پر آئے۔



اسی طرح صحابہ کرام نے اس قوم سے حق ضیافت اسی وقت وصول کیا تھا جب قبیلہ والوں نے قاعدے کے مطابق ضیافت کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ابو سعید خدریؓ کی روایت میں اس کی صراحت موجود ہے۔ مختار بن عامرؓ کی حدیث میں اس صورت حال میں حق ضیافت وصول کرنے کا جواز موجود ہے۔ خرابیت انفس کا مقام ہے کہ ابو سعید خدریؓ کی زبیر کھٹ روایت سے تمام ہی لوگ دلیل لاتے ہیں۔ نماز پڑھانے والے نماز پڑھانے کی قرآن کی تعلیم دینے والے قرآن کی تعلیم دینے کی، فتویٰ دینے والے فتویٰ دینے کی، حدیث اور فقہ پڑھانے والے حدیث و فقہ پڑھانے کی اجرت وصول کرنے کے لئے اسی روایت کو پیش کرتے ہیں۔ پہلی بات جو اوپر لکھ رہی کہ یہ اضطراری حالات کا خاص معاملہ تھا جس سے محرم پر دلیل نہیں لائی جاسکتی۔ دوسری بات یہ کہ یہ یعنی امور پر اجرت کا معاملہ تھا ہی نہیں۔ اجرت تو خدمت الہیہ دینے والے کا حق ہوتی ہے جبکہ اس واقعہ میں تو "رائی" لازم کرنے والے ابو سعید خدریؓ مانے دم کیا مگر اس کے بدلے میں ملنے والے بھیڑوں یا بکریوں کے ریوڑ کو قافلے کے تمام لوگوں میں تقسیم کیا گیا۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنا حصہ بھی لگنے کو کہا، حالانکہ آپ وہاں موجود ہی نہ تھے بلکہ صحابہ کرام نے مدینہ والوں کو آپ سے اس معاملے کا ذکر کیا تھا، تو اس وقت آپ نے اس میں اپنا حصہ لگنے کو کہا تھا۔ بھلا کیا اجیر کی اجرت بھی تقسیم ہوا کرتی ہے؟ اور اجرت میں کسی اور کا بھی حصہ بنتا ہے جو اس معاملے سے قطعاً لاتعلق ہو؟ وچنداری کو وکنداری بنانے والوں سے کوئی پوچھے آپ جو دینی امور پر اجرت وصول کرتے ہو تو کیا آپ بھی انکو لوگوں میں تقسیم کر دیتے ہو؟ اور کیا آپ بھی اس میں دوسروں کو حصہ دار بنانے پر تیار ہو؟ آج تک ریکارڈ پر ایسا کوئی واقعہ نہیں کہ دینی امور پر اجرت پانے والوں نے اپنی تنخواہوں میں کسی دوسرے کو حصہ دار بنایا ہو یا اپنی تنخواہ لوگوں میں تقسیم کر دی ہو، تو پھر مان لینا چاہیے کہ دینی امور پر اجرت لینے والے اس حدیث پر خود غفل کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ اس

صورت حال میں اس حدیث سے دلیل لانا بظہر منظر

دین کے بیچاروں کو کب گوارا ہو سکتا ہے کہ حدیث کے صحیح مطلب کو واضح کیا جائے، حدیث کی صحیح تشریح اور توضیح سے تو ان کی وکنداری چوہٹ ہوتی جاتی ہے۔ اس کو بچانے کے لئے بہت ہاتھ پیر مامٹ جارتے ہیں۔ ایک مثال ملاحظہ ہو۔

"موصوف نے حضرت ابو سعید خدریؓ کی حدیث کی اپنے طور پر

تکالیفات تو کی ہیں مگر ابن عباسؓ کی حدیث جو اس سلسلے میں بالکل

واضح ہے اور جس میں موصوف کی یہ نحو سارے نکالیات نہیں مل

سکتی تھی اس کا اظہار کئے انہوں نے اپنے کھینچنے میں نہیں کیا۔ چنانچہ

ہم آپ کے سامنے ابن عباسؓ کی حدیث پیش کر دیتے ہیں جو اس

مسئلہ میں بالکل واضح ہے۔۔۔۔۔ معلوم ہوا کہ موصوف بہرہ دہو کہ ہر

میں اور کسی بھی مسئلے پر دھوکہ دینے سے باز نہیں آتے۔

ابو سعید خدریؓ کی روایت میں انہوں نے کسی حد تک توسل تو پیش

کر دی لیکن ابن عباسؓ کی روایت کا کہیں اشارہ بھی ذکر نہیں کیا۔ اور

اصلی وجہ بھی صاف ظاہر ہے کہ اسطرح انہوں نے اس کھینچے دھوکے کی

غلی کھل جاتی اس لئے اس روایت پر انہوں نے وجہ تردید ڈال دی

ہے۔" (الدرر الناعم دوسری قسط صفحہ ۱۰۲)

ان پیٹ کے ہندوں کی بے لگام زبان اور قلم اسطرح کی

حقوات نکالنا چاہتا ہے کیونکہ حق اور حق انکے حلق سے نیچے اترتا ہی نہیں۔

موصوف کی یہ حقوات کوئی دینی خدمت نہیں محض وکنداری کے کھیلے

دروازے کو کھلا رکھنے کی تیار اور اتھارنے کو شمش ہے۔ ڈاکٹر عثمانی نے

ابو سعید خدریؓ کی حدیث کی صحیح تشریح پیش کی ہے۔ ابو سعید خدریؓ کی

حدیث اور ابن عباسؓ کی حدیث ایک ہی واقعہ سے متعلق ہیں۔ وہ دو

الگ الگ واقعات تو نہیں۔ موصوف کی غفلت پر تو گویا ہتھ پڑ گئے ہیں۔

ابو سعید خدریؓ کی حدیث میں پورا واقعہ مع جزئیات بیان ہوا ہے جبکہ

ابن عباسؓ کی روایت میں بھی اسی واقعہ کو بیان کیا گیا ہے مگر اس میں

تمام چیزیں بیان نہیں ہوئیں۔ ابن عباسؓ کی حدیث ابو سعید خدریؓ کی



حدیث کے مقابلے میں نقل ہے اور جب کسی واقعہ کو ہم اس پر بیان کرنا  
 ہوتا ہے تو اس واقعہ سے متعلق تمام روایات کو پیش نظر رکھنا ہوتا ہے۔  
 جو چیزیں ابن عباسؓ کی حدیث میں نہیں تو کیا ہو ابو سعید خدریؓ کی  
 حدیث میں تو ہیں۔ بہت بڑا جمل اور عقل کا اندھا ہے  
 ابو سعید خدریؓ کی روایت کے مقابلے میں ابن عباسؓ کی حدیث کو۔  
 بالکل واضح قرار دے جبکہ معلوم ہے کہ ابو سعید خدریؓ اور ابن  
 عباسؓ دونوں ایک ہی واقعہ کو بیان کر رہے ہیں۔ ابو سعید خدریؓ اور  
 ابن عباسؓ کی بیان کردہ دونوں احادیث ایک ہی واقعہ سے متعلق ہیں۔  
 یہ خود حدیثوں سے بھی مترق ہے اور ابن جریرؒ الباریؒ میں لکھتے ہیں:

ان حلیف ابن عباس و حدیث ابن مسعود فی

قصة واحدة .. فتح الباری کتاب الطب

ابن عباسؓ اور ابو سعید خدریؓ کی احادیث ایک ہی واقعہ سے  
 متعلق ہیں۔

معلوم ہوا کہ ابن عباسؓ اور ابو سعید خدریؓ کی احادیث ایک  
 ہی واقعہ سے متعلق ہیں۔ ابن عباسؓ کی حدیث مختصر ہے اور  
 ابو سعید خدریؓ کی مطول اور طویل ہے کہ مطول مختصر کی وضاحت ہوتی  
 ہے اور جب ابو سعید خدریؓ کی مطول حدیث نے بات صاف کر دی تو  
 ابن عباسؓ کی مختصر حدیث (جس میں تمام جزئیات نہیں آتی ہیں) پر  
 استدلال کی عمارت کس طرح قائم ہو سکتی ہے۔ یہ بات بھی قابل بیان ہے  
 کہ ابو سعید خدریؓ تو اس واقعہ کے چشم دید گواہ تھے کیونکہ صحابہؓ کی اس  
 جماعت میں شامل تھے جس کو یہ واقعہ درپیش ہوا۔ بعض احادیث سے تو  
 معلوم ہوتا ہے کہ راقی (دم کرنے والے) خود ابو سعید خدریؓ تھے جبکہ  
 ابن عباسؓ صحابہؓ کی اس جماعت میں شامل نہیں تھے جس کے ساتھ یہ  
 واقعہ پیش آیا تھا۔ اب تو قارئین کو یہ بخوبی اندازہ ہو گیا ہو گا کہ ظاہر  
 و صوحہ باز کون ہے؟

ان معروضات سے واضح ہوا کہ موسوف مخالفت حق اور حکم  
 پروری کے دفاع میں ہوش و حواس بھی کھو بیٹھے ہیں ورنہ حدیث سے

ذرا بھی واقفیت رکھنے والا یہ مانگا ہے کہ ایک واقعہ سے متعلق جب بہت  
 سی روایات نقل اور منسوخ ہوں تو ان کو یا ہم جمع کر کے حدیث کا مطلب  
 لیا جاتا ہے۔ منسوخ سے آنکھیں بند کر کے مختصر پر استدلال کی بجائے دیکھنا تو  
 حدیث اور علم حدیث سے ویسا ہی جھکاؤ دشمنی کے مترادف ہے۔

اب یہ امر بھی قابل غور ہے کہ آخر یہ ابن عباسؓ کی حدیث پر  
 ہی اصرار کیوں ہے جسے دینی امور پر اجرت کے "اس سلسلے میں بالکل  
 واضح" کہا جا رہا ہے؟ وجہ اس کی دراصل یہ ہے کہ ابن عباسؓ کی  
 روایت کے آخر میں ابن اسحقؒ مالاخذ تم علیہ اجر الکتاب للہ  
 کے الفاظ آئے ہیں جس سے یہ پتہ چلے گا کہ لوگ دین کے پیار کو جانے  
 ٹھکانے کا نام نہ کرنا چاہتے ہیں جسکی حقیقت آگے آ رہی ہے۔

وہ دانی اس حدیث سے دینی امور پر اجرت لینے کے لئے  
 استدلال کرنے والوں نے کیا اس حدیث میں موجود صحابہ کرامؓ کے فرقہ  
 نقل پر ذرا بھی غور کیا ہے؟ صحابہؓ نے تو کہا تھا کہ لا تاخذہ حق  
 استمال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی ہم اس کو اس وقت  
 تک نہیں لیں گے جب تک اس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے  
 دریافت نہ کر لیں۔ اور ابن عباسؓ کی روایت میں حکم ہوا اذک  
 کے الفاظ آئے ہیں یعنی "انہوں نے اسکو لینے میں کراہت محسوس کی۔"  
 یہ تھا صحابہ کا طرز عمل۔ کیا ان لوگوں کو یہ بالکل نظر نہیں آتا؟ اس پہلو  
 پر ان پیٹ کے پیادوں نے ذرا بھی غور نہ کیا کہ آخر صحابہؓ نے کراہت  
 کیوں محسوس کی؟

بعض پائیک دست تو ابن عباسؓ کی حدیث کے صرف آخری  
 الفاظ پیش کرتے ہیں، ابن اسحقؒ مالاخذ تم علیہ اجر الکتاب للہ  
 یعنی کتاب اللہ پر اجر لینا سب سے زیادہ ستر ہے۔ اصول اور انصاف کا  
 تقاضہ تو یہ ہے کہ ایسے طرز عمل سے باز آجائیں کیونکہ یہ الفاظ درج بالا  
 سلور میں پیش کردہ واقعہ سے متعلق ہیں اور جس واقعہ سے یہ متعلق  
 ہیں اس کے ساتھ عیوض رکھتے ہوئے اس کا مطلب اٹھ کرنا چاہیے۔  
 کسی بھی عبارت کو سیاق و سباق سے جدا کر کے کوئی بھی معنی دینا ہے



جاسکتے ہیں اور ظاہر ہے کہ میان و سباق سے جدا کر کے جو معنی کئے جائیں گے وہ صحیح ہونے سے رہے۔ حدیث کے ان الفاظ سے تعلیم القرآن پر اجرت لینے کے لئے ابدال کرنے والوں کے متعلق بدر اللہ بن عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ۔

..... من له فزون من معاني الاحاديث لا يلتفظ بهذا الكلام الذي ليس له معنى ..... اعمدة القاري ج ۱۱ صفحہ ۲۳۳

”جو حدیث کے معنی کا فزون رکھتا ہے وہ اس بات سے یہ تعلیم قرآن پر اجرت لینے کا مقصود لگا کر تکذیب اس کے معنی میں ہیں۔“

ان اسحق ما احدثتم علیہ اجرا کتاب اللہ کے الفاظ اور پر کی طور میں پیش کئے گئے واقعہ سے متعلق ہیں اور اس واقعے میں حقیقت سے انکار کی اضطراری کیفیت میں دم کے ذریعہ حق حقیقت وصول کرنے کا ذکر ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اسباب پیدا کر دیے۔ قمار چڑھانے قرآن و حدیث کی تعلیم دینے اور دیگر دینی امور پر اجرت کا تو اس میں سرے سے ذکر ہی نہیں تو پھر ان تمام چیزوں پر اس سے دلیل لانا محالہ گوشش ہے۔

دین کے پی پامی اپنے کاروبار کو تلفظ دینے کیلئے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی ابدال لائے ہیں۔ حدیث طاحقہ ہو،

عن سہل بن سعد الساعدي قال جاء من امرأة لى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت يا رسول الله جئت احب لك نفسي قال فنظر اليها رسول الله صلى الله عليه وسلم فقصده النظر فيها وصوبه ثم طأطا رسول الله صلى الله عليه وسلم راسه فلما رأت المرأة انه لم يقض اليها شئ اجلست فقام رجل

”میں اس حدیث سے تعلیم قرآن پر اجرت کے حوالہ کو دہرے ہیں۔ مگر قرآن چہ

کہہ کر کہہ کر اجرت لینے کو چاہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ موقف غلط ہے۔

من اصحابه فقال يا رسول الله ان لم يكن لك بها حاجة فزوجنيها فقال وهل عندك من شئ قال لا والله يا رسول الله فقال اذهب الى اهلك فانظر هل تجد شيئاً فذهب ثم رجع فقال لا والله ما وجدت شيئاً فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم انظر ولو خافاً من حديد فذهب ثم رجع قال لا والله يا رسول الله ولا خافاً من حديد ولكن هذا الزاوي قال سهل ماله رداء فلما نصفه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما نصنع باقرارك ان ليست لم يكن عليها منه شئ وان ليست لم يكن عليك شئ فجلس الرجل حتى اذا طأطأ مجلسه قام فراه رسول الله صلى الله عليه وسلم مولياً فامر به فدعى فلما جاء قال ماذا معك من القرآن قال معي سورة كذا و سورة كذا بعددھا فقال تقر۔ وعن عن ظہر فلیک قال نعم قال اذهب فقد ملککھا بما معک من القرآن۔ (بخاری کتاب النکاح)

سہل بن سعد رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ ایک عاتق نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں آپ کی خدمت میں اپنے آپ کو آپ کے لئے وقف کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ بیان کو کہ پھر نبی علیہ السلام نے نظر اٹھ کر انہیں دیکھا پھر آپ نے نظر کو نیچا کیا اور پھر اپنا سر جھکایا۔ جب ان عاتقوں نے دیکھا کہ نبی علیہ السلام نے ان کے لئے کوئی قیعد نہیں کیا تو بیٹھ گئیں۔ اس کے بعد آپ کے ایک صحابی کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! اگر آپ کو ان کی ضرورت نہیں تو ان سے میرا نکاح کر دیجئے۔ نبی علیہ السلام نے دریافت فرمایا تمہارے پاس کوئی چیز ہے۔ انہوں نے عرض کیا نہیں اللہ گواہ ہے یا رسول اللہ۔ نبی علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ اپنے گھر چلو اور دیکھو ممکن ہے تمہیں کوئی



چیز میں جلتے وہ گئے اور وہیں گئے اور عرض کیا کہ اللہ گواہ ہے کہ میں نے کچھ نہیں پایا۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا: "مگر کہہ دیجیے کہ ایک انگوٹھی اتنی مل جائے۔" وہ گئے اور وہیں گئے اور عرض کیا کہ اللہ گواہ ہے یا رسول اللہ میرے پاس لوہے کی ایک انگوٹھی بھی نہیں ہے۔ اللہ میرے پاس ایک قہر ہے، انہیں (مخوف کرنا) اس میں سے آدھا نہ دیکھئے۔ مسل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ان کے پاس چادر بھی نہیں تھی۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا: تمہارے قہر کا کیا کر دیں گی۔ اگر تم اسے پہنو گے تو انکے لئے اس میں سے کچھ نہیں بچے گا اور اگر وہ پہنیں تو تمہارے لئے کچھ نہیں رہے گا۔ اس کے بعد وہ صحابہ چلے گئے۔ کئی دن تک بیٹھے رہے کہ بعد وہ جب قہر نہ دے تو نبی علیہ السلام نے انہیں دیکھا کہ وہ وہیں جا رہے ہیں۔ نبی علیہ السلام نے انہیں بلوایا، جب وہ آئے تو آپ نے دریافت فرمایا کہ تمہیں قرآن مجید کتنا یاد ہے؟ انہیں عرض کیا کہ فلاں فلاں سورہیں یاد ہیں۔ انہوں نے گن کر باقی۔ نبی علیہ السلام نے پوچھا کیا تم انہیں حلقے سے چمکے ہو؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا پھر وہ انہیں قہر سے نکلان میں دیا اس قرآن کی وجہ سے جو قہر کیا ہے۔

اس حدیث سے بھی دینی امور پر اجرت لینے کا احوال کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

”چونکہ عورت کا اصل مہر مل ہے اور یہیں مل کی عدم موجودگی کی وجہ سے قرآن مکمل دینے کو اس کا بدلہ قرار دے دیا گیا۔ لہذا اس سے بھی ثابت ہوا کہ تعلیم قرآن پر اجرت دی جاسکتی ہے۔“

(الدین والاعمال، سری قسط ۲، ص ۸۰)

”سائون کے اندھے کو ہر ابراہیمی سونگھتا ہے“ چنانچہ ان فقہم پرستوں کو اس حدیث میں دیکھا دینی کو دیکھا دینی بنانے کا جواز نظر آتا ہے اور اس حدیث میں دینی امور پر اجرت لینے کا قسط کوئی جواز موجود نہیں۔ اس میں تو ایک مفلوک الحال اور مغسّس صحابی کے نکاح کا

واقعہ مذکور ہے جن کے پاس صبر کی ادا نیکی کے لئے کچھ بھی نہ تھا اس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح قرآن یا حفظ قرآن کی بنا پر کر دیا تھا۔ اس میں تعلیم قرآن پر اجرت کا جواز کماں ہے؟ قرآن یا حفظ قرآن کی بنا پر نکاح سے تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے لئے جواز نکالنے سے پہلے ذرا اس واقعہ پر غور کرنے معلوم ہوگا کہ جب حضرت طلحہ صحابی نے نکاح کی خواہش کا اظہار کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے ان سے پوچھا حضرت! پاس کچھ ہے؟ ان کے پاس کچھ نہ تھا۔ انہوں نے انکا اقرار کیا، الا ولدتہ یا رسول اللہ۔ اس پر بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو گھر بھیجا کہ چادر لٹکھو کچھ مل جائیگا۔ وہ گھر جاتے ہیں اور وہیں اگر حلقہ ہاتھ ہیں کہ کچھ نہیں ملتا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے ہیں کہ چادر لٹکھو کوئی نوہے کی انگوٹھی بن مل جائے۔ رو رو پھر جاتے ہیں اور وہیں اگر پھر کچھ نہیں کہ لا واللہ یا رسول اللہ ولا خاتما من حديد اللہ کی قسم اے اللہ کے رسول! میرے پاس لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں۔ بالآخر آپ اذرا میں سے آدھے کی پیشکش کرتے ہیں، جسکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتے ہیں کہ اسکو آدھا آدھا کر دینے سے انکے ازار کا مسئلہ پیدا ہو جاتا۔ کیا یہ واقعہ نہیں بتاتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ہر صورت میں صبر کے لئے کچھ نہ کچھ فراہم کرنے کی کوشش کی تھی؟ جب کوئی صورت نہ بن پائی تب کہیں جا کر آپ نے انکا نکاح قرآن یا حفظ قرآن کی وجہ سے قائم کیا۔ یہ ایک خصوصی واقعہ تھا اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی خصوصیت تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت کا صرف یہی ایک معاملہ نہیں ہے بلکہ اور بھی معاملات احادیث میں مذکور ہیں۔ یہاں یہ بھی خیال رہے کہ یہ نہ تو کوئی عام رواج تھا اور نہ معمول۔ نہ پہلے ایسا ہوا تھا اور نہ بعد میں یہ معمول بنا۔ کہتے ایسے نکاح میں جو قرآن یا حفظ قرآن کی بنا پر ہوئے؟ پہلے نہ مسی کیا اس واقعے کے بعد کی اس قسم کی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں؟ ہرگز نہیں۔ دراصل سر تو عورت کا اختیار ہوتا ہے وہ جس چیز پر مکی راضی ہو جاتے۔ اس واقعہ میں عاتقوں کے اپنا نفس بلا کسی شرط کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حب کر دیا تھا۔ اس



حدیث سے تعلیم قرآن پر استدلال کرتے والوں کو ام سلیم کے ابو طلحہ سے نکاح کے واقعہ کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ امام نسائی نے ام سلیم کے نکاح کے واقعہ پر "التزویج علی الاسلام" (اسلام لانے پر نکاح) کا باب قائم کیا ہے۔ اس باب کے تحت آئیں کی دو روایتیں لائے ہیں۔

لاحظہ ہو۔

عن انس قال تزوج ابو طلحة لم سليم فكان صداق ما بينهما الاسلام اسلمت لم سليم قبل ان طلحة فخطبها فقالت اني قد اسلمت فان اسلمت نكحتك فاسلم فكان صداق ما بينهما (انساق) كتاب النكاح

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو طلحہ نے ام سلیم سے نکاح کیا۔ ان کے درمیان ابو طلحہ کا اسلام لانا ضرور قرار پایا۔ ام سلیم ابو طلحہ سے پہلے اسلام لائیں۔ جب ابو طلحہ نے انکو نکاح کا بیڑا دیا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں مسلمان ہو چکی ہوں اگر تم اسلام قبول کر لو تو میں تم سے نکاح کر لوں گی۔ پس ابو طلحہ نے اسلام قبول کیا۔ یہی انکا ضرور قرار پایا۔

عن انس قال خطب ابو طلحة لم سليم فقالت والله ما منلك يا ابا طلحة برد ولكنك رجل كافر واتا امرأة مسلمة ولا يعمل في ان التزويج فان سلم فذلك مهرى وما اسالك غيره فاسلم فكان ذلك مهرها۔ (ایضاً)

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو طلحہ نے ام سلیم کو نکاح کا بیڑا دیا تو انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم اے ابو طلحہ تمہاری طرح کے آدمی کو رو نہیں کیا جاتا لیکن تم کافر ہو اور میں مسلم اور میرے لئے جائز نہیں کہ تم سے نکاح کر دوں یہاں اگر تم اسلام قبول کر لو تو یہی میرا ضرور ہوا اور اس کے علاوہ میں تم سے کچھ نہیں مانگوں گی۔ پس ابو طلحہ نے اسلام قبول کر لیا اور یہی انکا ضرور ہوا۔

اس واقعہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایک مرتبہ پھر الدین الناصی

کے مصنف کے استدلال کو ملاحظہ فرمائیے۔

"چونکہ عورت کا اصل مال مہر ہے اور یہی مال کی عدم موجودگی کی وجہ سے قرآن سکھانے کو اس کا بدلہ قرار دے دیا گیا لہذا اس سے ثابت ہوا کہ تعلیم قرآن پر اجرت لی جاسکتی ہے۔"

(الدین الناصی، دوسری قسط، صفحہ ۳۴، ۳۵)

موصوف کے استدلال کے مطابق چونکہ عورت کا اصل مہر مال ہے ام سلیم کے نکاح میں ابو طلحہ کا اسلام لانا ضرور تھا لہذا اسلام قبول کرنے پر مال و دولت لینا جائز ہوا یا مال و دولت کے عوض اسلام قبول کرنا مستحسن قرار پایا۔ موصوف کے پیہانے کے مطابق تو قرآن پر نکاح سے جب تعلیم قرآن پر اجرت لینے کا جواز نکلا تو اسلام پر نکاح سے اسلام لانے پر اجرت لینا جائز ہوا، گویا اسلام بھی "بائری پر ٹھہرا" اور مسلمان "اجرتی مسلمان" ہو گئے، گویا ان بیٹے و دین داروں کے نزدیک دین اسلام منافع، فتنے پیداواری صنعت ہے۔ نف ہے اس انداز پیٹ پرستی پر جو ایمان و اسلام لانے سے ٹکرو مرنے اور مرنے کے بعد بہر چیز پر مال بنانے میں مصروف رکھے، قرآن و حدیث کا کیسا مذاق بنایا ہے ان ظالموں نے!

دینی امور پر اجرت لینے کے لئے آیات قرآنی سے صرف نظر کر کے صحیح احادیث سے غلط استدلال کرنے کے ساتھ ساتھ ایک اور بات بڑے زور و شور سے کی جاتی ہے وہ یہ کہ عمر بن خطابؓ نے اپنے دور خلافت میں اماموں، موزنوں اور معلمین کی بیت المال سے تنخواہیں مقرر کی تھیں۔ اس غلط بات کو بڑے شدد و د کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے اور یہ بات زبان زد عام ہے۔ درحقیقت یہ عمر بن خطابؓ پر صریح الزام اور بہتان ہے، ایک انسان ہے جو ٹکڑ کر ان سے خوب کر دیا گیا ہے، ورنہ انکی حیثیت پر کاف کی بھی نہیں ہے۔ دین کے بیوپاری اس کے لئے آج تک ٹھوس علمی دلائل نہیں پیش کر سکے ہیں جس قدر بائیں کی جاتی ہیں سب بے دلیل اور ظہیر مستند ہیں۔ عمر بن خطابؓ نے اپنے دور خلافت میں بیت سے انتظامی امور انجام دے، بیت سے لگے یا تم کہے،



اسکے علاوہ اور بھی بہت سے کاموں کی بنا رکھی اسی میں آپ کا ایک کام یہ بھی تھا کہ آپ نے حکومتی فرائض انجام دینے والے "عمال" کی حیثیت المال سے تنخواہیں مقرر کیں۔ امامت، موذن اور مصلیٰ کی کوئی تنخواہ مقرر نہیں کی تھی۔ عمال (یعنی ریاستی امور سرانجام دینے والے اہل کار) کی تنخواہیں مقرر کرنے سے لوگوں نے وہی امور انجام دینے کی تنخواہ مقرر کرنے کا اشارہ گھڑا۔ حکومتی فرائض انجام دینے والے عمال کی تنخواہ سے موذن کی تنخواہ کا موازنہ کرنے والوں کے متعلق العوالمی فرماتے ہیں:

فقال المودن من العال، وهو قیاس فی مصارعة النعمی ہرمشی بشرح احمد شاہ کر جلد ۱ صفحہ ۳۱۸

"موازن کو عاقل پر قیاس کیا گیا ہے اور یہ قیاس نعم سے مصداق ہے۔"

حقیقت یہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بے انتہا فتوحات ہوئیں، کفار کے بے شمار علاقے فتح ہو کر املائی مملکت میں شامل ہوئے۔ بے اور ان سے حاصل ہونے والے مال قیمت اور دوسری بات کی آمدنی کے مسجد نبوی میں ڈھیر لگے رہتے تھے۔ اور عمرؓ اس سارے مال کو ساری مملکت میں تقسیم کرنے پر اتنے ہرگز مہم تھے کہ فرماتے تھے:

لو لا اخر المسلمين ما ضمت قرية الا قسعتها بين اهلها كما قسم النبي صلى الله عليه وسلم خيبر بخاري كتاب الجهاد والسير باب الفتيحة

"اگر ہوسرے مسلمانوں کا قریل نہ ہوتا تو جو بستی میں فتح کرتا اسکو لوگوں میں تقسیم کر دیا جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو تقسیم کر دیا تھا۔"

آپ نے اس مال قیمت کی مملکت کے لوگوں میں تقسیم کے مختلف معیار مقرر کئے ہوئے تھے جس کا اندازہ قریل کی دو روایات سے ہو گا ہے۔

كان فرض للمهاجرين الاولين اربعة الاف في اربعة و فرض لابن عمر ثلثة الاف و خمسمائة فليل له هو من المهاجرين فلم تقتصد من اربعة الاف فقال ايها جاجر يا ابواه يقول ليس هو كمن هاجر بقتل بخاري كتاب النفاق باب من جرح النبي

"عمرؓ نے سب سے پہلے مجتہد کرنے والوں کے لئے چار قسٹوں میں اسلام لے آئے ہزار اور پندرہ ہزار مقرر کئے تھے۔ (لیکن) اپنے بیٹے عبداللہؓ کے لئے مائے میں ہزار مقرر کئے۔ پوچھا گیا کہ وہ بھی تو اولین مهاجرین میں سے ہیں پھر آپ نے ان کے لئے کیوں کی۔ ہاں کہ انکی ہجرت اپنے والدین کے ساتھ ہوئی۔ وہ ان کے برابر نہیں ہونگے جس نے تم سے ہجرت کی۔"

كان عطلة البدريين خمسة الاف خمسة الاف و قال عمر لا فضلهم على من بعدهم بخاري كتاب المغازي باب البدن

"عمرؓ نے جنگ بدر میں شریک ہونے والے صحابہ کا سالانہ دس ہزار پانچ ہزار ایدہ مقرر کیا تھا۔ عمرؓ نے فرمایا کہ میں انہیں ان کے بعد والوں پر ضرور فضیلت دوں گا۔"

عمر طلب بات ہے کہ یہ مهاجرین اولین و اصحاب بدر کسی مسجد کے امام تھے؟ کئی موذن تھے؟ کون سے مدد سے میں قرآن و حدیث کی تعلیم دیتے تھے؟ کس کے نکاح پر چلتے تھے؟ عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مهاجرین اولین اور جنگ بدر میں شرکت کرنے والے صحابہ کی تعداد سینکڑوں سے سیکڑوں تھی لیکن مساجد چند ہی تھیں۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ دفاع امامت، موذن، مصلیٰ یا کسی اور دینی خدمت کے معاملے کے طور پر مقرر نہیں کئے گئے تھے بلکہ یہ وظائف عورتوں مردوں، بچوں، بڑوں سب کو ان کے ایمان، ہجرت اور شرکت غزوات میں بہت کی نسبت سے دئے گئے تھے۔ کیا یہ امور میں بچے بھی کسی مسجد کے امام و موذن تھے؟



اور اتنی وسیع مملکت کے لوگوں کو حزاموں کے حساب سے فی کس سالانہ دینے والے خلیفہ المسلمین کا اچھا کیا حال تھا۔ وفات کے وقت بیٹے سے فرماتے ہیں۔

یا عبد اللہ بن عمر انظر ما عمل من الدین قصوه  
فوجدوه متاً و ثانیین الفأ او نحوه قال ابن وئی له  
مال ال عمر فاده من اموالهم والا فسل فی بنی  
عندی بن کعب فان لم تف اموالهم فسل فی قریش  
ولا تعدم الی غیرهم فادعنی هذا المال و خادری  
کتاب المناقب باب البیعة والاتفاق علی عثمان بن  
عقمان

”اے عبد اللہ بن عمر، دیکھو مجھ پر کتنا قرآن ہے۔“ جب لوگوں نے آپ پر قرآن کا شمار کیا تو تعجباً بھیجی عمر بن خطاب۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر فرمایا کہ اگر یہ قرآن آل عمر کے مال سے ادا ہو سکے تو انہی کے مال سے اس کی ادائیگی کرنا، ورنہ پھر بنی عدی بن کعب سے لکھا، اگر ان کے مال کے بعد بھی ادائیگی نہ ہو سکے تو قریش سے لکھا، اگر سوا کسی اور سے ادا ہو نہ سکے تو اور میری طرف سے اس قرآن کی ادائیگی کر دیجئے۔

اتنی بڑی مملکت کے امیر پر آخر استغفار قرآن کیسے ہوا؟ کیا بیت مال سے وہ کچھ نہیں لیتے تھے؟

اقنا انا و مالکم کولی الیتیم ان استغنیست استغنیست  
وان افتقرت اکتلت بالمعروف  
الخراج للامام ابو یوسف صفحہ ۱۰

”مجھ کو تمہارے مال (یعنی بیت المال) میں عمل اتنا ہی حق ہے جتنا کہ یتیم کے مال کو اور اگر میں حق یوں نہ تو اس میں سے کچھ نہ لوں گا اور اگر ضرورت پڑے گی تو معروف کے مطابق ہی کھالے کیلئے لوں گا۔“

اس کو دیکھنا دلی اور بیچارہ بنانے والوں کا طرز عمل قرآن و حدیث سے براہ راست متضاد ہے۔ یہ لوگ سب کچھ جانتے ہیں مگر مال

وزار نے انکی آنکھیں خیرہ کر دی ہیں، آخرت سے قطعاً بے نیاز رہے پرواہ نہیں، ابھی دنیا گمانے میں لگے ہوئے ہیں، اس گمانی کو چاروں جانب کرتے ہیں نا کام رہتے ہیں تو طرز طرح غلوک و فحشیت پیدا کرتے اور حیلے بہانے تراشتے ہیں۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ امام مسجد میں امامت کرنا ہے وہ کہاں سے کھائے گا، کبھی کہا جاتا ہے کہ معظم جو دنیاوی کاموں سے قاصر ہے ہو کر اپنے اوقات قرآن کریم کو پڑھنے کے لئے وقف کرنا ہے اس دوران وہ اپنی محاش پیدا نہیں کر سکتا، وہ کہاں سے کھائے گا؟ اپنی گزرو پسر کس طرح سے کرے گا؟ کبھی کہتے ہیں کہ امام، موذن، مفتی اور معلم تو وقت کی اجرت لیتے ہیں، نماز، اذان یا فتویٰ یا علم کی نہیں۔ ظالم اسی پر بس نہیں کرتے، بعض دیکھ دیکھ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ اجماع کہاں سے کھائے پیتے تھے؟ اس طرح کی جملہ سازشی اور فحشیت پانزی کی جاتی ہے اور یہی ان کا سارا ہے۔ ان حیلوں اور شوشوں سے قرآن و حدیث کی مابینا تمہرائی ہوتی پھریں، جائز ہونے سے رہیں۔ نماز ہر مسلم پر فرض ہے، بندگی کا انداز اور عبادت و طاعت ہے۔ عبادت و طاعت کا اجر اللہ کے پاس ہے اور آخرت میں ملنے والا ہے۔ نماز، عبادت اور طاعت فروش کیا قرآن کا مطالعہ نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

واقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ لہم اجرہم عند ربہم  
(البقرہ ۱۷۷)

”اور جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں انکے لئے انکے رب کے پاس اجر ہے۔“

نماز جس کا اجر اللہ کے پاس ہے امام صاحب چند ٹکوں کے عوض مسجد کی کمیٹیوں کے ہاتھوں فروخت کر دیتے ہیں۔ انکی طرف سے تنخواہ بڑھانے کا بار بار مطالبہ کیا جاتا ہے۔ خوش الحان قادی اور حرب زبان خطیب کی قریمانہ فراہم ہوتی ہے۔ اگر ایسا ہوتا ہے کہ کسی دوسری مسجد کے مسلمان کی طرف سے کچھ زائد کی پیشکش پر یہ قادی، خطیب، امام صاحب قلم کی جگہ کو تعمیر یاد کہہ کر زیادہ کو اللہ کا فضل قرار دیتے ہوئے حق مسجد و منبر کی ذمہ داری سنبھال لیتے ہیں۔ امام و خطیب صاحب کی







اللہ تعالیٰ فرماتے گا کہ تم جو ہے، تم نے صرف اس لئے علم سیکھا تھا کہ تمہیں عالم کیا جائے اور اس لئے قرآن کریم پڑھا کہ تمہیں قادی کیا جائے۔ پس تمہیں کیا جانے گا۔ پھر حکم ہوگا اور اسے منہ کے من گھسیٹتے ہوئے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

آج دین اور قرآن کو پیشے کے طور پر سیکھنے والے اور دنیاوی فائدے چمپنے والے باطل موقف کو حق ثابت کرنے کے لئے کیسی ہی جرب ترقی کیوں نہ کر لیں لیکن یوم النظار انکی ایک نچلے کی۔ قیامت کے روز یہ اسے اللہ کی خوشنودی کی خاطر سیکھنے کا جھوٹا بیس کے مگر اللہ کی بارگاہ میں جھوٹ کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے؟

امت کے احبار و رہبان جو کہ دین کے بیوپاری بنے ہوئے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، حصین کے نقش قدم پر چلنے کے بلند دہانگ دھوے کیا کرتے ہیں مگر درحقیقت صحابہ کرام کے طرز عمل کا ان میں شائبہ تک نہیں پایا جاتا۔ صحابہ کرام سے جڑ کر کون دین کو سیکھنے اور سکھانے والا تھا۔ مگر ان کا حال یہ تھا کہ اپنے ہاتھوں سے محنت کر کے کھانا کرتے تھے، جیسا کہ درج ذیل حدیث سے واضح ہے،

عن عمرو قال قالت عائشة كان اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم عمال انفسهم وكان يكتون لهم ازواج فقيل لهم لو اغسلتم كتاب اليسوع

عروہ نے بیان کیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اپنے لیے مزدوری کیا کرتے تھے اور ان کا روزیہ محنت و محنت کی وجہ سے ان کے جسم سے پسینے کی بو آتی تھی، اس لئے ان سے کہا گیا کہ وہ غسل کر لیا کرتے۔

عن انس بن مالك قال جاء ناس الى النبي صلى الله عليه وسلم فقالوا ان ابعث معنا رجلاً يعلمونا القرآن و السنة فبعث اليهم سبعين رجلاً من الانصار يقال لهم القراء فيهم خالي حرام يفرقون

القرآن ويتداولون بالليل يتعلمون وكانوا بالنهار يجيئون بالماء فيضمون به السجدة ويطيبون فيضمونه يشترتون به العطاء لاجل الصدقة و الفقراء . وسلم كتاب الامارة ، باب ثبوت البجة للشهد

انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کچھ لوگ نبی صلی اللہ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوتے اور کہا کہ ہم نے ساتھ چند آدمی کر لیتے جو ہمیں قرآن و حدیث سکھائیں۔ آپ نے ان کے ساتھ ستر تھارہ لوگوں کو کر دیا جن میں قرآن لکھتے تھے، میں میں سے ہوں حرام بھی تھے۔ یہ قرآن کریم پڑھا کرتے تھے اور رات کو قرآن کے درس و حدیث اور سیکھنے میں مصروف رہتے اور دن میں پانی لاکر مسجد میں رکھتے اور (جھٹل) سے لکڑیاں لاکر قزوخت کر کے کھانا بخور دے کر اہل صفہ اور دیگر قریہ کو کھانا کرتے۔

یہ تھا صحابہ کرام کا طرز عمل جو دین کو سب سے زیادہ سیکھنے اور سکھانے والے تھے اور آخرت کے اجر کے سب سے زیادہ خراب نہیں تھے۔ ان کا یہ طرز عمل کیوں نہ ہوتا جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت ہی تھی،

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لان يحتطب احدكم حزمة على ظهره خيره من ان يسأل احدا فبعطيه او يشتريه . (بخاری کتاب الیسوع باب كسب الرجل)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص جو لکڑی کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لے جاتا ہے اور اپنی مددنی کہتا ہے اس سے بستر ہے جو کسی کے سامنے ہوتا ہے چاہے وہ اسے کچھ دے یا نہ دے۔

قال النبي صلى الله عليه وسلم لان ياخذ احدكم اجلة خيره له من ان يسأل الناس . (بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی اپنی اپنی منجی لے اور لکڑیاں جمع کر لے تو اس بات سے بستر ہے کہ



لوگوں سے سوال کرتے۔

عن مقدم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ما اكل احد طعاما قط خيرا من ان ياكل من عمل يده ان نبي الله داود عليه السلام كان ياكل من عمل يده

مقدم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی انسان نے اس شخص سے بہتر روزی نہیں کھائی ہوگی جو خود اپنے ہاتھ سے کھا کر کھاتا ہے۔ اللہ کے پیے والوں علیہ السلام بھی اپنے ہاتھ سے کام کر کے روزی حاصل کرتے تھے۔

غور فرمائیے! واؤد علیہ السلام کو تو اللہ تعالیٰ نے اقدار کے ساتھ بے پناہ شان و شوکت عطا فرمائی تھی، اس کے باوجود وہ ہاتھ کی کھائی پر بھی گزارہ کرتے تھے۔

صحابہ کرامؓ مال کے لئے سوال کرنے میں کس قدر حزم و اعتدال سے کام لیتے تھے اس کا اندازہ درج ذیل حدیث سے ہوگا۔

ان حکیم ابن حزام قال سالت رسول الله صلى الله عليه وسلم فاعطاني ثم سالت فاعطاني ثم قال لي يا حكيمة ان هذا المال خضر حلو فليس اغته به خاوة نفس يورك له فيه ومن اغته به يشراف نفس لم يبارك له فيه وكان كالفن ياكل ولا يبيع واليد العليا خير من اليد السفلى قال حكيمة فقلت يا رسول الله والفن يمشك بالعق لا رزأ احدا بعدك شيئا حتى افارق الدنيا فكان ابو بكر يدعوا حكيمةا ليطلبه العطاة فياني ان يغفل من شيئا ثم ان عمر دعاه ليطلبه فاني ان يقبله فقال يمشي المسلمين اني اعرض عليه حقه الفن قسم الله له من هذا الفن فياني ان ياخذ به فلم يرزأ حكيمة احدا من الناس بعد النبي صلى الله عليه وسلم حتى توفي

بخاری کتاب الصیاد والصيد باب تالیف قلوبہ

حکیم بن حزامؓ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ بات کی آپ نے عطا کیا میں نے پھر بات کی آپ نے پھر عطا کیا اور کہا کہ حکیم یہ مال سرسبز و شیریں بارخ ہے، لاپرواہی ہڈی میں چھپ چھپ ہے اگر اسکا دستور یہ ہے کہ اگر یہ دل کے اشتہاء سے ملے تو اس میں برکت ہوتی ہے اور اگر طمع اور لالچ سے حاصل ہو تو اس میں برکت نہیں ہوتی بلکہ ایسا موبہا (بیماری) جو عین فقر کی بیماری ہوا کہ بروقت کھائے کھائے جاتے اور پیٹ بھرے۔ اوج والا (یعنی سینہ والا) ہاتھ کے والے (یعنی اپنے والے ہاتھ) سے بہتر ہے۔ حکیمؓ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! اس بات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبوت فرمایا اس کے بعد میں اب کسی کو مال کے لئے انہیں حقوں کا یہاں تک کہ اس دنیا سے حق چلا چکل۔ پھر اللہ بڑا انہیں اپنے اور عطا کرتے ہیں! بعد دین کے ملے جاتے تھے مگر یہ کچھ بھی قبول کرنے سے انکار کر دیتے۔ اُسے بعد عمرؓ اپنے دور میں انہیں کچھ دینے کے لئے بلاتے دے مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ آخر عمرؓ نے لوگوں کے احتجاج میں کہا کہ اے مسلمانو! تم گواہ دینا میں حکیم کو اس مال میں سے اتنا حصہ دینا جو انہیں جو اللہ نے رکھا ہے لیکن وہ تمہیں لینے۔ عرض حکیمؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرے تک کسی سے کچھ نہیں لیا۔

کئی بھی صحابی نے دین کو پیش نہیں بنایا۔ سب کے سب اپنے ہاتھ سے کسب معاش کرنے والے تھے۔

ان عائشة قالت لما استظفت ابو بکر الصديق قال لقد علم قومي ان حرقني لم تكن تعجز عن مودة اهل وشملت يا امر المسلمين فياكل الى ان بکر من هذا المال ويحترف للمسلمين فيه بخاری کتاب البیوع باب کسب الرجل

عائشہ نے کہا کہ جب ابو بکر صدیقؓ علیہ السلام نے مجھے سے نکاح کیا تو انہوں نے



کہا کہ میری قوم بائقی ہے کہ میرا کا وہ ہر میرے گھر والوں کی تکلیف کے لئے نکالی نہیں تھا، لیکن اب میں مسلمانوں کے کام میں مشغول ہو گیا ہوں اس لئے اب میرے گھر والے میرے اہل میں سے کھائیں گے اور اب میرے مسلمانوں کا مال تجارت سے بڑھتا ہے گا۔  
عمر رضی اللہ عنہ کا معمول بھی ملاحظہ ہو۔

قال كنت انا وجار لي من الانصار في بني امية بن زيد وهي من عوال المدينة وكنا نتأوب التزول على رسول الله صلى الله عليه وسلم ينزل يوما و تنزل يوما فاذا نزلت جئت بهنجر ذلك اليوم من الوحى وغيره فاذا نزل فعل مثل ذلك.

بخاری، کتاب العلم، باب التأوب فی العلم

”فرمایا کہ میں اور میرا ایک انصاری بڑی دونوں بنی امیہ بن زید کے گھن میں جو مدینہ کے بلند علاقے میں ہے، رہا کرتے تھے، ہم دونوں باری باری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوتے تھے۔ ایک روز وہ آتا اور ایک روز میں، جس دن میں آتا تو اس دن کی مجلس نبویؐ آگے مہتری غیری، دینی وغیرہ اور اس دن آپؐ پر آمین اسکو جاتا اور جس دن اسکی حاضری ہوتی تو وہ بھی ایسا ہی کرتا۔“

اور ظاہر ہے کہ وہ ایک دن کا نافہ معاش کی ضروریات کی وجہ سے کرتے تھے ورنہ مجلس نبویؐ سے غیر حاضری اور علوم نبوت سے دوری انہیں گوارا نہ تھی اگرچہ وہ ہمیں انھیں بعد میں معلوم ہو جاتی تھیں۔ اپنے اس عوق اور اپنی غیر حاضری میں ہونے والی حدیثوں سے لاعلم رہنے پر نفوس کا اظہار انہوں نے اس صوفیہ پر کیا جب ابو موسیٰ اشعریؓ نے انھیں بتایا کہ وہ اس لئے لکے دروازے سے واپس ہو گئے کہ عین دفعہ سلام کرنے پر بھی جواب نہ آیا تھا اور نبی فرمان نبویؐ تھا۔ عزت فرمایا،

انحنی علی من امر رسول الله صلى الله عليه وسلم

المان الصفيق بالاسواق بمعنى الخروج الى التجارة.

بخاری، کتاب البیوع، باب الخروج فی التجارة

”اقرس مجھ کو ہزاروں میں سروریت یعنی تجارت نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم سے فائدہ رکھا۔“

عظمان رضی اللہ عنہ کا تجارت کرنا تو کسی سے بھی پوشیدہ نہیں۔ عرض تمام بنی کبار اور صحابہ صحابہؓ حکم نبویؐ کی روشنی میں اپنے ہاتھ سے اپنی روزی کھاتے تھے اور کسی ایک نے بھی دین کو کھاتے کھانے کا ذریعہ نہیں بنایا تھا۔

صحابہ کرام کے طرز عمل پر چنے والے اپنی روزی محنت، تجارت اور دیگر حلال ذرائع استعمال کر کے حاصل کرتے ہیں۔ دین کو پیش بنانے والے قرآن و حدیث پر چلتے ہیں۔ صحابہ کرام کے نقوش قدم پر قرآن و حدیث کو چھوڑنے اور اسکی مخالفت کرنے والوں سے صحابہ کرام کی پیروی کی توقع ہی مثبت ہے۔

نماز پڑھانے کی اجرت لینے کے لئے ایک بھانہ یہ بھی کیا جاتا ہے کہ نماز پڑھانے کی اجرت نہیں لی جاتی بلکہ جائے مستحقین پر وقت دینے کی تحفہ لی جاتی ہے۔ جائے مستحقین پر وقت دینے کی اجرت لینے کا بھانہ اعتقاد شوشہ ہے۔ وقت بھٹن اہم صاحب بن نہیں دینے تمام نماز اور کرنے والے اقامت الصلوٰۃ کے لئے وقت دیتے ہیں۔ عبادت میں صرف ہونے والے وقت کو CASH کرانا عبادت نہیں مزدوری و دکابندی ہے۔ درحقیقت عبادت اور خلاصت پر اجرت وصول کرنے والوں کا آخرت اور آخرت میں ملنے والے اجر پر یقین ہی نہیں ہے اسی لئے تو یہ اس دنیا میں ملنے والے اجر پر اصرار کرتے ہیں۔ یہی ہیں وہ لوگ جن کے متعلق خبر صادق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادی تھی۔

میسر افلام یقیمونہ کما یقام القدرح یتصلونہ

ولایتنا جلونہ ابو داؤد بحوالہ مشکوٰۃ

باب فضائل القرآن

”مغرب ابھی قش آئیں گی جو قرآن کے زیرِ زرا کو اپنے

میدھا کریں گے جیسے تیر کو سیدھا کیا جاتا ہے لیکن قرآن کے اجر

میں جلدی کریں گے اور اسکو آخرت پر نہ رکھیں گے۔“



آخرت کے اجر کے لئے حکم دیا کہ

يا اهل القرآن لا تتوسدوا القرآن واثقوا حلق ملاوثة  
من اثار الليل والنهار وافشوا وتنشروا وتدبروا  
ما فيه لعلكم تفلمحون ولا تمسجلوا ثوابه فان له ثوابا  
مستكورا ايضا

”اے قرآن والو! قرآن کو نکلے نہ لٹاؤ۔ رات اور دن میں اسکی  
دوست نہ کرنا کہ اس کا حق ہے اور اسکو پھیلاؤ اور اس کو خوش  
حالی سے چسوا اور اس میں غور و فکر کرنا تاکہ تم فلاح پا سکو اور اسکی  
ثواب میں جلدی نہ کرو کیونکہ آخرت میں اس کا ثواب بڑا ہے۔“  
اس آخرت کے اجر سے مستحق اللہ کی کتاب کہتی ہے۔

ولا تضيح اجر المسكين ولا اجر الاخرة خير للفقير  
امسوا وكنوا يتقون (سورہ يوسف ۱۵۷-۱۵۸)

”اور ہم نیچے کاروں کے اجر حلق نہیں کرتے اور جو لوگ ایمان  
لے لے اور دین سے لے لے آخرت کا اجر بہتر ہے۔“

ولا اجر الاخرة اكبر لو كنوا يعلمون (التعلیل ۳۱)  
”اور آخرت کا اجر تو بہت بڑا ہے کاش وہ اسے جانتے۔“

اور حدیث میں ہے کہ:

اللهم ان الاجر اجر الاخرة (بخاری، کتاب

العتاق، باب مناقب الانصار)

”اے اللہ! اگر تو آخرت کا اجر ہے“

مگر یہ بھی دراصل انہی کے لئے ہے جو ”لا عیش الا عیش الاخرة“ یہ  
یقین رکھتے ہیں کہ ان کے لئے جو ان چند روزہ بہاروں ہی میں مست و  
مگن ہوں!

انسان آخرت علی کے جذبہ اللہ کے دین کو خالص کر کے  
یعنی امور اجماع سے اور اپنی محاش کے لئے حلال ذرائع کی کوشش  
کرنے تو اللہ تعالیٰ ہر جہاد کو رزق عطا فرماتا ہے۔ دین کے ذریعہ دنیا  
کھانے میں مگن یہ دنیاوی دنیا اور دنیا کے بندے بنے ہوئے ہیں۔ دنیا کی

زندگی کو سب کچھ جھٹکتے ہیں۔ ایمان والے اللہ کی خوشنودی اور اپنی  
آخرت شواہد تا چاہتے ہیں۔ انکو آخرت کی جو بدعتیں پورا یقین ہے وہ  
جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انکے اعمال کا بحر پور بدلہ آخرت میں دے گا۔

وان تم متوا وثقوا فلكم اجر عظیم آل عمران ۱۵۹

اور اگر ایمان لائے اور پہنچ گادی اختیار کر کے تو تمکو اجر عظیم ملے گا

وعند الله الذين امنوا وعملوا الصالحات لهم مغفرة

واجر عظیم (المائدہ ۶)

”جو لوگ ایمان لے لے اور نیک کام کرتے ہیں ان سے اللہ نے دودھ

فرمایا ہے کہ ان کے لئے بخشش اور اجر عظیم ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید انسانیت کی ہدایت و رہنمائی  
کے لئے نازل کی تھی تاکہ اس پر عمل کرنے کے آخرت کی بیش بہا نعمتوں  
کو حاصل کر سکیں مگر ہوا یہ کہ اس قرآن کو دنیا کھانے کا ذریعہ بنایا گیا۔  
قرآن جو راستہ دکھاتا ہے ملاحظہ ہو۔

ان هذا القرآن يحيى للناس في اقوم ويشر السومنين

الذين يعملون الصالحات ان لهم اجرا كبيرا و لو

الذين لا يؤمنون بالاخرة اعتدنا لهم عذابا الیما

وفی السورہ البقرہ ۱۷۷

”یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھا ہے اور مومنوں کو

جو نیک عمل کرتے ہیں بشارت دیتا ہے کہ ان کے لئے اجر عظیم

ہے اور یہ بھی اعلان ہے کہ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے لئے

ہم نے دھوکہ دینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔“

حدیث میں آیا ہے کہ

خيرکم من تعلم القرآن وعلمه (بخاری،

”تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔“

یہ عیروہی صورت میں ممکن ہے جب عیروہی سچے دیا جائے  
چند نکلوں کے عوض اسے نیچے والے آخرت میں عیروہی سے رہے۔  
اللہ تعالیٰ حق کو حق سمجھ کر مان لینے اور باطل کو باطل سمجھ کر اس سے

باقی صفحہ نمبر ۲۸ کا نام نمبر ۲۸



# داؤد علیہ السلام

تحریر

نسیم الدین ضرم

داؤد علیہ السلام کا دور نبی علیہ السلام سے تقریباً ایک ہزار سال پہلے کا ہے۔ اس وقت حالات یہ تھے کہ قوم بنی اسرائیل شدید تفرقہ کا شکار تھی، موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کی اجتماعیت اسیہ اسود تختہ ہوتے ہوئے اس حال کو بخوبی قلمی کہ ہر قبیلہ اپنا ایک خود مختار طاقت رکھتا تھا۔ ان کی بد نظمی سے دوسری اقوام فائدہ اٹھا کر انہیں مستقل کمزور کر لے میں لگی رہتی تھیں۔ چنانچہ فلسطینی قوم نے ان پر مسلسل حملے کر کے انکو نکلے علاقوں سے بے دخل کر دیا حتیٰ کہ عہد کا صندوق (Ark of Covenant) جس کا ذکر قرآن میں "بایات مکینہ" کے نام سے کیا گیا ہے بھی چھین کر لے گئے۔ بالآخر بنی اسرائیل میں یہ جذبہ بیمار ہوا کہ وہ اپنی کمزوریوں اور گمراہی کے اپنے دشمنوں سے قرآن نامہ اعلیٰ ایک خود مختار ریاست ہو۔ اس کے لئے انہوں نے وقت کے نبی کے سامنے درخواست کی کہ آپ کسی کو ہم پر بادشاہ مقرر کریں تاکہ اسکی قیادت میں ہم اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔ سورۃ البقرہ میں اس واقعے کا ذکر یوں آیا ہے:

الم تر انی انزلنا من بنی اسرائیل من بعد موسیٰ  
وانصرنا علی القوم الکفّارین (البقرہ ۵۰-۴۹)

میر تم نے اس معاملے پر بھی خود کیا۔ جو موسیٰ کے بعد سر وادار بنی اسرائیل کو پیش آیا تھا۔ جب انہوں نے اپنے نبی سے کہا: ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کرو تاکہ ہم اللہ کی راہ میں جنگ کریں۔ نبی نے پوچھا: تمہیں کیا تو یہ ہو گا کہ تم کو قرآنی حکم دیا جائے اور میر تم پر لڑو۔ وہ کہتے تھے: بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں نہ لڑیں۔ جبکہ ہمیں اپنے گمراہوں سے نکال دیا گیا ہے اور ہمارے

مصلحت کے دن خداوند تعالیٰ نے، یعقوب کے خدا کا نام تجھے بتلادی پر قائم کرے اور مقدس سے میرے لئے ملک بھیجے اور مسیون سے تجھے حکم دیتے تھے۔ وہ تیرے سب بدیوں کو یاد رکھے اور تیری سوغاتی قربانی کو قبول کرے اور تیرے دل کی آرزو بر لائے اور تیری سب معذرت پوری کرے اور تیری نجات پر شادیائے۔ بکائیں گے اور اپنے خدا کے نام پر ہتھ پڑے کھڑے کریں گے اور خداوند تعالیٰ قوم و رعایا اس پر پوری کرے اب میں جان گیا کہ خداوند اپنے مسیح کو بھیجتا ہے اور اپنے اپنے ہاتھ کی نجات بخش قوت سے اپنے مقدس آسمان پر سے اسے جواب دے گا کسی کو۔ تمہیں گا اور کسی کو گھوڑوں کا بھروسہ ہے۔ پر ہم تو خداوند اپنے خدا ہی کا نام لیں گے (زبور پہلی کتاب۔ مزمور ۱۰۸) مزامیر وادو سے وادی اور کو ہزار گوں لٹھے میں اور سارا اور ہر حد سے اس کے ساتھ ہم آئیں گے اور اللہ کی حمد و ثناء کے گیت گاتے ہیں۔

انبیاء بنی اسرائیل میں داؤد علیہ السلام مشورہ اور عظیم القدر نبی ہیں۔ بنی اسرائیل کی بادشاہت اور نبوت سے انہیں سورۃ الزمر ۱۸-۱۷ اور قرآن مجید میں متعدد جگہ داؤد علیہ السلام کا ذکر آیا ہے۔ "زبور" ہی ہ لازل کی گئی تھی۔

سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۵۱ سورۃ القصص آیت ۱۷ سورۃ المائدہ آیت ۶۸ سورۃ الانبیاء آیات ۷۸-۸۰ سورۃ النمل آیت ۱۵ سورۃ ص آیت ۱۱ اور سورۃ ص آیات ۲۶-۲۷ میں اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کے حالات کہیں مختصر اور کہیں تفصیل سے بیان کئے ہیں۔ اس کے علاوہ سورۃ الانعام آیت ۸۸ اور سورۃ بنی اسرائیل آیت ۵۵ میں اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کا ذکر کیا ہے۔



ہاں بیگم سے جدا کرنے لگے ہیں۔ مگر جب ان کو جنگ کا حکم دیا گیا۔ تو ایک قلیل تعداد کے سوا وہ سب چھوڑ کر گئے اور اللہ تعالیٰ کو جانتا ہے۔ انکے نبی نے ان سے کہا کہ اللہ نے طاقت اور تمنا سے بڑھ کر مقرر کیا ہے۔ یہ من کر رہا ہے۔ ہم یہ پادشاہ بنے گا وہ کہیے خداوند ہو گیا۔ اس کے مقابلے میں بادشاہی کے ہم زیادہ مستحق ہیں۔ وہ تو کوئی بڑا بادشاہ نہیں ہے۔ نبی نے جواب دیا اللہ سب سے زیادہ مستحق ہے۔ اس کو خلیفہ کیا ہے اور اس کو ملی و اسرائیلی ۱۱ میں قسم کی طبیعتیں فراوانی کے ساتھ عطا فرمائی ہیں اور اللہ کو اختیار ہے کہ اچھا ملک جسے چاہے وہ اللہ بڑی وسعت رکھتا ہے اور سب کچھ اس کے علم میں ہے۔ اس کے ساتھ انکے ہی نے انکو یہ بھی بتایا کہ اللہ کی طرف سے اس کے پادشاہ مقرر ہونے کی علامت یہ ہے کہ اس کے عہد میں وہاں حدودی قیس و انھیں مل جائے گا جس میں تمنا سے سب کی طرف سے قربت کے سکون قلب کا سامنا ہے۔ جس میں آبی موی اور آل بادشاہی کا چھوڑا ہوا ترک ہے۔ اور جس کو اس بہت بڑے شہر کے سنبھالنے ہوتے ہیں۔ اگر تم سوچیں جو تو یہ تمنا سے بڑی آزمائش ہے۔ ہر جب طاقت ظفر لے کر چلا تو اس نے کہا ایک دریا پر اللہ کی طرف سے قیودی آزمائش ہوئے والی ہے۔ جو اس کا پانی پئے گا وہ میرا ساتھی نہیں میرا ساتھی صرف وہ ہے جو اس سے پیس نہ کھائے ہاں ایک آدمی پلے کوئی پل لے تو پل لے۔ مگر ایک گروہ قلیل کے سوا وہ سب اس دریا سے سیراب ہوتے۔ ہم جب طاقت اور اس کے موہن ساتھی دریا پر پار کرنے آئے گئے۔ تو انہوں نے طاقت سے کہہ دیا کہ ان ہم میں طاقت اور اس کے لشکریوں کا ساتھ کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ لیکن جو لوگ یہ سمجھتے تھے کہ انہیں ایک دن اللہ سے ملنا ہے۔ انہوں نے کہا بابا ایسا ہوا ہے کہ ایک قلیل گروہ اللہ کے ان کے ایک بڑے گروہ پر غالب آگیا ہے۔ اللہ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے اور جب وہ طاقت اور اس کے لشکریوں کے مقابلے پر آئے تو انہوں نے دعا کی اسے ہم سے سب و ہم پر صبر کا فیصلہ کر دے اور اسے قدم

ہم سے اور کافر گروہ پر ہمیں فتح نصیب کرے۔

جناب طاقت کے اس لشکر میں داؤد علیہ السلام بھی ایک عام سپاہی کی حیثیت سے شامل تھے۔ فلسطینی مشرکین کے لشکر میں طاقت بھی ایک گروہ تھا اور داؤد بھی اسرائیلی تھا جسکی بہت شہرت تھی۔ وہ داؤد علیہ السلام کے یاتھوں پر آگیا جسکے بعد داؤد علیہ السلام بنی اسرائیل کی آنکھ کے تار سے بن گئے اور سب نے انکی قوت و بہادری تسلیم کی۔ یہ جنگ فلسطینی مشرکوں اور بنی اسرائیل کے درمیان فیصلہ کن جنگ تھی جس میں فلسطینی اللہ کے حکم سے ہری طرح برباد ہوئے۔ دوسری طرف طاقت حکمید جس بگ فلسطینیوں نے رکھا تھا تو ریت کے بیان کے مطابق وہاں وہاں پھوٹ پڑیں اللہ انہوں نے اسے سٹھوس کچھ کر ایک میل گاڑی پر لاد کر سطوں کو ہٹک دیا اور وہ پلے گاڑی تعمیر کسی گاڑی ہاں کے فرشتوں کی حفاظت میں بنی اسرائیلی کے پاس بھیج گئی۔

داؤد علیہ السلام کی بہادری اور صلاحیتیں دیکھتے ہوئے جناب طاقت کے بعد ان کو بنی اسرائیل کا بادشاہ بنایا گیا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں نبوت بھی عطا فرمائی۔ داؤد علیہ السلام کے دور میں بنی اسرائیل کی سلطنت میں بہت وسعت ہوا ہوتی۔

داؤد علیہ السلام اللہ کے بہت شکر گزار اور اسکی طرف بہت زیادہ مہرج کر کے والے بندے تھے۔ خاصیت خوش الحانی سے اللہ کی تسبیح اور بڑائی بیان کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو آپ کی قرأت اس قدر پسند تھی کہ اللہ نے اپنی دیگر مخلوق کو بھی انکے ساتھ ہم جملہ ہو کر اپنی تسبیح کرنے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَسُخَّرْنَا مَعَ دَاوُدَ الْجَبَالِ سَبْحًا وَالطُّيُورَ وَالنَّجْمِ  
الْأَنبِيَاءُ ۱۸۱

ہم اور داؤد کے ساتھ ہم نے پہاڑوں اور پرندوں کو سحر کر دیا تھا جو تسبیح کرتے تھے اور یہ (سحر کرنے والے ہم ہی تھے)۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ مَنَّا فَضْلًا بِيَجِبَالِ أَوَّلَىٰ مَعَهُ وَالطُّيُورَ

(سبا ۱۶)



ہم نے داؤد کو اپنے پاس سے یہ فضل عطا کیا تھا۔ اسے پہلا اس کے ساتھ آسمان میں اٹھ گیا۔ اور یہی حکم ہم نے برصغیر کو بھی دیا تھا۔

لنا سطورنا الجبال معه يسبحن بالمشي والاشراق والطير معشورة كل له اواب (ص ۱۸، ۱۹)

ہم نے پہاڑوں کو اس کے ساتھ سمجھ کر دیا تھا کہ صبح و شام اس کے ساتھ تسبیح کرتے تھے اور پرندے صبح آتے اور سب اس کی تسبیح کی طرف سوجھ بوجھتے۔

یہ سرف یہ کہ داؤد علیہ السلام کی خلافت دہر سے ارد گرد کا ماحول اور پرندے اللہ کی پڑائی کے تصور سے ان کی آواز میں آواز ملا کر ہم آہنگ ہو جاتے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے زیور کی خلافت کو بہت آسان بھی کر دیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

”داؤد علیہ السلام کے لئے قرآن کی خلافت آسان کر دی گئی تھی وہ اپنی سوانح پر زین کے جانے کا حکم دیتے اور زین سے جانے سے پہلے پورا قرآن خلافت کر لیتے تھے۔“ (صحیح بخاری، کتاب التہجد)

الایمان بلی قول اللہ ونبیہ دلوہ زبوراً

### دریغہ معاش

داؤد علیہ السلام ہمیشہ اپنے ہاتھ سے محنت کر کے کھاتے تھے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا

”کسی انسان نے اس سے بہتر روزی نہ کھائی ہوگی جو اپنے ہاتھ سے کما کر کھائے۔ داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے محنت کر کے کھاتے تھے۔“

(صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب کسب الربا)

عبداللہ بن مسعود (تورات کے مطابق جب موسیٰ نبی داؤد علیہ السلام کو ظیفہ بنائے جانے کے متعلق اللہ کا حکم لے کر پہنچے تو آپؑ سو قہت بکریاں چرانے گئے ہوئے تھے (موسیل ۱۳۷، ۱۳۸)۔ نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے

”کوئی نبی ایسا نہیں گذرا کہ جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ اور میں

نہ اس سے ملے دسم نہ دور کے لئے ان کا لہذا اسماء کو ہے

بھی کچھ قہر اور صبر سے پرہیز کرتی بکریاں چرائیں۔ (صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب ربحی الغنم علی قرارید) اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو لوہے کی زنجیر دینے کا فن بھی سکھایا تھا چنانچہ فرمایا

وعلمته صنعاً لیوس لکم لتحصنکم من بأسکم (الانبیاء ۱۰۰)

ہم نے اسے تھامت فلانت کے لئے زنجیر دینے کا کام سکھایا تاکہ

تم کو ایک دوسرے کی مدد سے بچائے۔

نبی اسرائیل کے ارد گرد کی فطری مشرک اقوام لوہے کا اسلحہ استعمال کرتی تھیں، ان کے مقابلے پر اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی فن زبردگری سکھایا بلکہ لوہا ان کیلئے نرم کر دیا وہ جس طرح چاہتے لوہے کو ڈھال لیتے تھے والنالہ الحفید ابن لعل سبغت و قدور فی العود ہباً

ہم نے لوہے کو اس کے لئے نرم کر دیا تھا اس پادشہ کے ساتھ کہ زرخیز پہاڑوں کے جگہ ٹھیک انداز سے پرہیز کرے۔

داؤد علیہ السلام بہت بہادر تھے، کبھی دشمن کے مقابلے سے نہیں بھاگتے تھے۔ (صحیح بخاری، کتاب العیرام، باب صومر وادور)

داؤد علیہ السلام کی عبادت اور رجوع الی اللہ کا ذکر قرآن میں کئی جگہ آیا ہے اور احادیث میں نبی علیہ السلام نے بھی ان کے عبادت الہی کے ذوق و شوق کو بیان کیا ہے چنانچہ فرمایا

”داؤد علیہ السلام احمد الحسن الاول میں سب سے زیادہ عبادت گزار انسان تھے۔“ (صحیح مسلم، کتاب العیرام، باب العی من صومر وادور) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اللہ کے نزدیک روزے کا سب سے بلند پدہ طریقہ داؤد علیہ السلام کا طریقہ ہے، آپؐ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن بطور رخصت کے رہتے تھے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے نزدیک صلوٰۃ کا سب سے زیادہ بلند پدہ طریقہ داؤد علیہ السلام کا طریقہ ہے کہ آپؐ آدھی رات تک سوتے تھے اور ایک قنلی صبح میں عبادت کرتے تھے، پھر حق صبح



ہیں بھی سستے تھے۔<sup>۴</sup> اس کی بجائے، کتاب "الانوار" باب

اسب السلاطین فی الدین علیہ السلام، ص ۱۰۱، باب ۱۰، ص ۱۰۱

کتاب بخاری، کتاب الصیام، باب صوم الدھر میں، روایت ہے کہ جب عبد اللہ بن عمرو بن العاص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صوم واؤ علیہ السلام سے زیادہ روزے رکھنے کی اجازت مانگی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے افضل کوئی روزہ نہیں ہے۔

نبی اسرائیل کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ یہ قوم کبھی سیدھے راستے پر رہی ہے تو قوم نوحی ہی مدت رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عطا ہونے والی اور سرکشی سے انکی تاریخ پھیری پڑی ہے۔ اپنے سب سے زیادہ خیر خواہوں یعنی انبیاء و رسول علیہم السلام کو شک کرنا ان میں سے بعض کو قتل تک کر دیا اور اللہ کے احکام کی جیلے بہانوں سے مکلم کھانا خلاف ورزی کرنا انکا دستور رہا ہے۔ واؤ علیہ السلام نے انہیں اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی سے روکا اور انکے تاراج سے انہیں بہت شہرہ دار کیا لیکن وہ باز نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

لعن القہن نکمروا من نبی اسرائیل علی لسان ہادکہ  
وعیسیٰ ابن مریم قالک بما عصبوا وکالوا یجستون  
کالوا لا یستاہون عن متکبر فطوہ ابشر ما کالوا  
یجعلون (المائدہ ۷۵، ۷۶)

۲۔ نبی اسرائیل کے کافروں پر واؤ علیہ السلام اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی زبان سے لعنت کی گئی۔ یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ کی راہنمائی کی اور اس سے باز نہ گئے تھے، تاکہ جو بڑے ظالم کہتے تھے یہ انہیں ان سے بڑا کہتے تھے، جو کچھ یہ کہتے تھے جیسا کہ پڑا تھا۔<sup>۵</sup> احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو وضاحت سے بیان کیا ہے۔ قہد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

”نبی خدائی جو نبی اسرائیل میں پڑی وہ یہ تھی کہ کوئی کسی کو برائی میں مبتلا نہ کرے، تو اس سے لکھا کہ اللہ سے ڈر اور اپنی قوم کو اس سے باز

آجائے گا۔ یہ کام پورا نہیں ہے۔ اور نہ اس کو منع نہ کرنا اور ان کے ساتھ کھانے پینے میں اور ان کی نگاہوں میں شریک رہنا۔ جب انہوں نے ایسا کرنا شروع کر دیا تو اللہ نے بھی انہوں کے دل بھلے سے رکھے یعنی سب ایک جیسے ہی ہو گئے۔ پھر آپ نے یہ قریب طاعت قرآنی کہ نبی اسرائیل میں سے بن لوگوں نے نظر کیا ان پر واؤ اور بھی ان میں مریم علیہا السلام کی زبان سے لعنت کی گئی۔ پھر فرمایا اللہ کی قسم تم کو ضرور بھلائی کا حکم دیا اور برائی سے منع کرنا ہوگا اور ان کے دلوں پر قدر بڑا کر اسے حق کی طرف ایسے محفوظ کر دیا جیسا کہ تم کو لگتا ہے اور اسے حق پھر غمراہ کر دیا جیسا کہ تم کو لگتا ہے۔“<sup>۶</sup> اس میں اور دو کتاب المواقم، باب الامور الغیبیہ

سنن ابن ماجہ، کتاب القس، باب الامور المعروفہ، والنہی عن المنکر  
نبی اسرائیل کی بدکرداری پر واؤ علیہ السلام کا والی جس طرح لکھا ہوا تھا اسکا ثبوت زبور کے بعض مزامیر میں آج بھی موجود ہے، چنانچہ ایک مزمور میں ہے

”دشمنوں نے ان قوموں کو جالت کر لیا جیسا کہ خداوند نے انکو حکم دیا تھا۔ بلکہ ان قوموں کے ہاتھ مل گئے اور انکے سے کام لکھ گئے اور ان کے جنوں کی یہ شق کر کے حکم دیا کہ ان کے لئے پھندا بن گئے، جسکے انہوں نے اپنے سینے بٹھائیں کہ یہ طین کے لئے قربان کیا اور معصوموں کا بھتیجا بننے والے بچوں کا خون بہا جو انہوں نے کھوں کے خون کے لئے قربان کر دیا۔ لہذا اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ انکو اپنی رو اپنے ہی گناہوں سے ڈر دے جو انکے بچے فطول سے بڑا ہے۔ اسلئے خداوند کا قہر ان لوگوں پر بڑھا اور اسے اپنی میراث سے قربت ہو گئی اور اس نے انکو قوموں کے قبضے میں کر دیا اور ان سے عداوت رکھنے والے ان پر بکریاں ہو گئے۔ انکے دشمنوں نے ان پر ظلم کیا اور وہ انکے حکم ہو گئے، اس نے تو باب اللہ بھریا لیکن انکا سہراہ بڑھتی ہی رہا اور وہ اپنی بدکاری کے باعث پست ہو گئے، تو جب بھی اس نے انکی قریب دہائی تو انکے دکھ یہ بھریا اور اس نے ان کے حق میں اپنے خدا



کو یہ دیکھا اور اپنی حقیقت کی کثرت کے مقابل میں ٹھیکہ اس نے ان کو اسیر کرنے والوں کے دلوں میں اتار لئے مہم والا اسے خداوند بھلائی خدا ام کو پچانے اور ہم کو قوموں میں سے اکٹھا کرنے تاکہ ہم نبوتِ قدوسی ہم کا شکر کریں اور لکھتے ہوئے نبیِ صالحین کریں خداوند اسرائیل کا خدا ازل سے اب تک مبارک ہو اور ملاری قوم کے آئین اور لہجہ کی حمد کرو " (زبور اچھی کتاب مزمور ۱۰۳)

ایک اور مزمور میں ہے کہ

" لیکن خدا شکر ہے کہ ہے " تجھے میرے آئین میں کرنے سے کیا واسطہ رہا تو میرے خدا کو اپنی زبان پر کیوں لاتا ہے۔ جبکہ تجھے تربیت سے عداوت ہے اور غیبی باتوں کو بوجھ بھیجے بھینک دیتا ہے۔ تو چار کو دیکھ کر اس سے مل گیا ہے اور نامیوں کا شریک بنا ہے۔ تیرے سے یہی نفی ہے اور تیری زبان فریب گزرتی ہے۔ تو بیٹھا بیٹھا اپنے بھائی کی غیبت کرتا ہے اور اپنی ماں کے بیٹے پر حسرت لگاتا ہے۔ اتنے یہ کام کئے اور میں خاموش ہوا توں گمان کیا کہ میں بالکل مجھ ہی سا ہوں لیکن میں تجھے حالت کر کے دکھائی آئیں گے کے ساتھ تربیت دوں گا۔ اب اسے خدا کو بھولنے والو اسے سوچ لو ایسا نہ ہو کہ میں تم کو چوڑا ڈالوں اور کوئی تیرے والا نہ ہو۔ " (زبور ۱۰۴)

دوسری کتاب مزمور ۱۰۵

نبی اسرائیل نے اپنے محسن اہیئوہ پر طرح طرح کے بھولنے اور بھلائیوں کو یاد کروا کر اللہ کو شکر کرنے کی کوشش کی ہے اور انہیں اپنی کتاب مقدسہ میں درج کروایا ہے تاکہ اپنی یادگاری اور اللہ کی بڑائی کو ہم ازل سے چاہئے کہ ہمارے اجداد ہی اس گروار کے تھے اس لئے ہم اگر ایسے ہیں تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ اچھا نتیجہ آج بھی جو توحیدِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پائی جاتی ہے اس میں جہاں دوسرے جہاں علیہ السلام حفظاً قوی علیہ السلام، لہذا علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام، یوسف علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کے گروار پر جسے اللہ نے رکھے گئے ہیں وہیں داؤد علیہ السلام جیسے اللہ کے

مہمات گروار اور اللہ سے ڈرنے والے اپنے محسن کا دامن کروار بھی انہوں نے ایک بہت بڑے الزام سے وابستہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن کفر کفر نہ ہاں کہ تحت یہ الزام تو ازل میں درج کیا جا رہا ہے۔

اور ظاہر کے وقت داؤد اپنے چنگ پر سے اٹھ کر بادشاہی محل کی چھت پر بیٹھنے لگا اور چھت پر سے اس نے ایک عورت کو دیکھا جو خدیجہ تھی اور وہ عورت نہایت خوبصورت تھی۔ جب داؤد نے لوگ بھیج کر اس عورت کا محل دریافت کیا اور کہیں لے گیا وہ اللہ کی بیٹی تھی بہت سچ نہیں جو خدیجہ کی بیٹی ہے اور داؤد نے لوگ بھیج کر اسے بلایا۔ وہ اس کے پاس آئی اور اس نے اس سے صحبت کی اسی لئے کہ وہ اپنی نیاکی سے پاک ہو چکی تھی اچھا وہ اپنے گھر چلی گئی۔ اور وہ عورت حاملہ ہو گئی۔ سو اس نے داؤد کے پاس خبر بھیجی کہ میں حاملہ ہوں۔ اور داؤد نے یوآب کو کہنا بھیجا کہ خدیجہ اور یہ کو میرے پاس بھیج دے۔ سو یوآب نے اور یہ کو داؤد کے پاس بھیج دیا۔

میں کہ داؤد نے یوآب کے لئے ایک مٹا کھا اور اسے اور یہ کے ہاتھ بھیجا۔ اور اس نے خط میں یہ لکھا کہ اور یہ کو گھوٹان میں سب سے آگے رکھو اور تم اس کے پاس سے وٹ چلا تاکہ وہ مارا جائے اور جان بچس۔ جب اور یہ کو بیوی لے گیا کہ اس کا شہر اور یہ سر کیا تو وہ اپنے شوہر کے لئے الم کرنے لگی۔ اور جب شوہر کے دنا لگو گئے تو داؤد نے اسے بلو کر اسکو اپنے محل میں رکھ لیا اور وہ اسکی بیوی ہو گئی اور اس سے اس کے ایک لڑکا ہوا جو اس کام سے جسے داؤد نے کیا تھا خداوند مداح رہا۔

اور خداوند نے ناخن کو داؤد کے پاس بھیجا۔ اس نے اس کے پاس آکر اس سے کہا کہ کسی طرح میں وہ شخص تھے۔ ایک امیر اور دوسرا غریب۔ اس امیر کے پاس بہت سے دیوڑا اور کتے تھے۔ پر اس غریب کے پاس بھینٹ کی ایک بھینٹ کے سوا کچھ نہ تھا جسے اس نے خرید کر پلا تھا اور وہ اس کے اور اس کے ہاں انہیں کے ساتھ رہتی تھی۔ وہ اسی کے نواسہ ہیں سے کھائی اور اس کے پوتے سے بیٹی اور اسکی گود میں



سوئی تھی اور اس کے لئے بلور جینی کے قبی۔ اور اس میں سے پہلے کوئی  
مسلم آئے۔ سو اس نے اس میں داخلہ کرنے سے پہلے اس کے پاس آیا خدا پاک کو  
اپنے ریلوڈ اور گھر میں سے کچھ لیا بلکہ اس میں غریب کی بھرتی لے لی اور  
اس شخص کے لئے جو اس کے پاس آیا تھا پکائی۔ جب داؤد کا غضب اس  
شخص پر پڑا تو وہ گھر سے نکلے اور اس نے اس سے کہا کہ خداوند کی حیثیت کی  
قسم کہ وہ شخص جس نے یہ کام کیا واجب القتل ہے۔ سو اس شخص  
کو اس بھرتی کا جوگا جبراً دیا گیا کیونکہ اس نے خدا کا نام لیا اور اسے جس  
آپاد جب جان لے داؤد سے کہا کہ وہ شخص کو ہی ہے۔

(مسوئلہ ۲۰ باب ۱۲۰۰)  
ہی اسرائیل چمکے اپنے اہلبیہ کہ ام پر بخش قسم کے الزامات عائد  
کرنے میں بڑے جہاک تھے اور الہی الہی پائیں جو ایک عام سطح کے  
شریف آدمی سے غصہ کرتے ہوئے بھی انسان کو حیدر محسوس ہوتی  
ہے، وہ بغیر کسی تکلیف کے اپنے پیروں اور محسوس کی طرف غصہ  
کرویتے تھے۔ چنانچہ انہی خرافات میں سے ایک واقعہ یہ بھی ہے جسکو  
بائبل میں اس طرح تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

اس کے حوالے میں اللہ کی کتاب داؤد علیہ السلام کے حوالے  
سے جو اصل واقعہ بیان کرتی ہے، اسکی تفصیل یہ ہے کہ ایک دن وہ طریق  
مقدمہ داؤد علیہ السلام کے عبادت خانے میں واپس چاند کو داخل ہو گئے۔  
داؤد علیہ السلام ان کے اس طرح اندر آ جانے پر گھبرا گئے انہوں نے کہا  
آپ ڈرے نہیں۔ ہمارے درمیان ایک مقدمہ ہے۔ ہم میں سے ایک  
فریبنے نے دوسرے پر زیادتی کی ہے۔ اس لئے آپ ہمارے درمیان  
انصاف کے ساتھ ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر کے صحیح سمت میں ہماری  
راہنمائی فرمائیں۔ اس میرے بھائی کے پاس نکالوے کا بیانیہ ہیں جبکہ  
میرے پاس صرف ایک ہی ڈبئی ہے لیکن اسکا یہ مطالبہ ہے کہ میں اپنی  
ایک ڈبئی بھی اس کے حوالے کر دوں اور اس معاملے میں شکوکے وہاں  
بھی یہ مجھے زیر کر دیتا ہے۔ یہ مننے کے بعد داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ تم  
سے ڈبئی کا مطالبہ، اسی شخص کی طرف سے ہمارے ساتھ زیادتی ہے۔

اور یہ کہ اکثر اوقات ایک ساتھ رہنے والے لوگ ایک دوسرے پر زیادتیوں  
کرتے رہتے ہیں سو اسے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور پھر انہوں نے  
نیک عمل کئے اگرچہ ایسے لوگ ہمیشہ تھوڑے ہوتے ہیں۔ اسی احمد  
میں داؤد علیہ السلام کو یہ احساس ہوا کہ اس واقعہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنی  
آمائش کی ہے۔ چنانچہ یہ گمان ہوئے ہی وہ اللہ کی بارگاہ میں رجوع اور  
معافی کے لئے جھک پڑے اور سجدہ کر دیے ہو گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے انکو  
معاف فرمایا۔ (حوالے کے لئے ملاحظہ ہوں سورہ میں کی آیات ۱۵-۱۶)

یہود کے علماء نے اپنی مقدس کتاب میں اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام پر  
یہ گھڑنا الزام لگا کر اسکو اس طرح اچھا لگا کہ یہ زبان زد عام دعا میں ہو گیا  
یہاں تک کہ بعض مفسرین قرآن نے سورہ میں کی مذکورہ آیات کی تفسیر  
کرتے ہوئے اس واقعہ کو تقریباً من و عن نقل کر دیا ہے۔ بعض نے اسکو  
مسترد کیا اور بعض نے یہود کے الزام کو مسترد کرنے کا پتہ دینے کے  
پاؤر توں دے دیں اور دوزخ کا نام موشگافیوں کے ذریعے اسرائیلی روایات سے  
ایک طرح کی موافقت اور سازگار دی پیدا کر کے معاملے کو مشکوک بنا  
کی کہ شش کی ہے۔ مثلاً اس دور کے صاحب تقسیم القرآن صید الی الامم  
مورہوی صاحب، جنہوں نے داؤد علیہ السلام کے قصور کی مذہبیوں  
والے مقدس سے مخالفت قرار دیتے ہوئے بیان کیا ہے کہ

”جو نعل دن سے بخار ہوا تھا۔ اس کے اندر تو میں نعل کا کچھ  
داخل تھا۔ اسکا خاکہ اقدار کے بموجب استعمال سے بھی کوئی تعلق  
تھا اور وہ کوئی ایسا نعل تھا جو حق کے ساتھ حکومت کرنے والے کسی  
فرمانروا کو توبہ نہ دے تھا۔“ (تقسیم القرآن، جلد ۱۰، تقسیم  
سورہ میں، حوالہ نمبر ۱۲۰۰)

جبکہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے یہود کے اس بیان انگیزہ انصاف  
یعنی الزام کی تردید کے لئے واقعہ کی اصلی صورت بیان کر دی اور اس  
واقعہ کو بیان کرنے سے قبل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو داؤد علیہ السلام  
کے حوالے سے کھار و مشرکین کی طرف لگائے جانے والے الزامات  
صبر کی تلقین فرمائی ہے۔



اصبر علی ما یقولون والذکر عبدنا داؤد ذالذینہ

اواب اص ۱۶

"میرا کہ ان باتوں پر جو وہ (تو) خلاف کرتے ہیں اور یاد کرو

جنت و عذاب واد ۱۰ قوت واصلہ کو بلا لے وہ جنت زیادہ رنج

کرنے والا تھا۔"

یعنی داؤد علیہ السلام کے اس واقعہ کے حوالے سے ان پر لگاتے  
جاتے والے الزامات کی یاد آپ کو صبر کرنے میں مدد دیگی۔ پھر داؤد علیہ  
السلام کی صفات عالیہ بیان فرمائیں، وہ ہمارا فرمانبردار بندہ، بندگی اور  
اطاعت میں مستعد، جنت والا اور ہر وقت اللہ سے رہنمائی کرنے والا،  
اللہ کی حمد و ثنا اور اسکی تسبیح بیان کرنے والا اور فرمایا:

و شد لنا ملکہ و اتینہ الحکمة و فصل الخطایب

اص ۱۶

"میں نے اسکی سلطنت کو مستحکم کیا اور اسکو حکمت اور فیصلہ کن بات

کہنے کی صلاحیت عطا کی تھی۔"

اور اس واقعہ کے بعد انکے بارے میں فرمایا

وانہ علینا للزلمی و حسن صاب اص ۱۶

"بظہر اسکیلے ہم نے اس پر غم و اسقام اور اچھا فرماندہ ہے۔"

اسطرح ان آیات کا سیاق و سباق اس واقعہ کی بنیاد پر گھڑے گئے  
افسانے کی پر زور ترویج کرتا ہے اور اسے مرامہ لغویہ بے ہودہ اور بے  
بنیاد قرار دیتا ہے۔

قرآن میں مذکور اس واقعہ سے جو بات واضح طور پر سامنے آتی  
ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو نبوت اور حکومت سے  
نوازا تھا۔ داؤد علیہ السلام اپنے رب کے امتحانی شکر گزار اور عبادت  
گزار بندے تھے (انکی عبادت میں مشغولیت اس مضمون میں دی گئی  
آیات قرآنی اور احادیث نبوی کے حوالوں سے واضح کی گئی ہے)۔  
چنانچہ وہ آدمیوں کے درمیان عقدے پر مبنی اس واقعہ کے ذریعے اللہ  
تعالیٰ نے انہیں انکے فرائض منصبی کے تعلق سے انکی ذمہ داریوں کے

بارے میں خبردار کیا اور انکے مقابلے میں عبادات اور آپ انکی میں اس  
درجہ انہماک و مشغولیت پر ایک طرح سے تنبیہ فرمائی۔ جیسا کہ بعد کی آیت  
سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔

یا داؤد انما جعلناک خلیفۃ فی الارض فاحکم بین

الناس بالحق ولا تتبع الھوی فیصلک عن سبیل

اللہ اص ۱۶

"اے داؤد، ہم نے تم کو زمین پر خلافت عطا کی ہے، اسلئے لوگوں کے

درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو اور خواہشات کی پیروی نہ کرو، یہ

تمھیں اللہ کی راہ سے بھٹکاتے دیکھیں۔"

یعنی اللہ کی بندگی کے تعلق سے آپ کے ذوق و شوق اور حسن  
عبادت کی خواہش کا معاملہ اپنی جگہ لیکن اللہ کی طرف سے آپ پر  
فرائض منصبی کی ادائیگی کا تقاضہ اپنی جگہ۔ اللہ کا اپنی روح میں ضمیر اور  
صاحب بصیرت ہونا ہے۔ اللہ کی بندگی کے رنگ ہی میں رنگا ہوا، اسکی  
اطاعت و فرمانبرداری کا نیکر ہونا ہے۔ چنانچہ داؤد علیہ السلام اس واقعہ پر  
فورا کچھ گئے اور خبردار ہو گئے کہ انکے رب نے انکی آزمائش کی ہے، لہذا  
اسکی یاد گاہ میں جھٹک کر استغفار کرتے ہیں اور سجدہ و سجود کرتے ہیں کہ وہ  
بست زیادہ اپنے رب سے رجوع کرنے والے تھے۔ لہذا اپنے اجداد کی  
اسی طرح آزمائش کرتا ہے۔ یہی عصمت اہلبہ علیہم السلام کا اصول ہے  
کہ اللہ ان نگران ہوتا ہے وہ اپنی منصبی ذمہ داریوں کے سلسلے میں اللہ  
کی مرضی کے تابع ہوتے ہیں اور اگر کبھی اسطرح کی کوئی معمولی لغزش  
ہوتی ہے تو اللہ فوراً تنبیہ فرماتا ہے اور پھر رجوع الی اللہ کے ذریعے  
معاملہ صاف ہو جاتا ہے۔

اسی حوالے سے یہاں اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم  
پر رسول، منافقین اور مشرکین کی طرف سے لگائے گئے الزامات کا ذکر بھی  
مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی  
پھر بھی ناز و نعمت جنت جنت رضی اللہ عنہما کا دلچسپ اپنے سر پہ لے  
لیئے (مثنیٰ) ماریڈین حادثہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا تھا لیکن بعد ازاں



میں یہودی کے درمیان باہمی موافقت قائم نہ رہ سکی۔ نزدیک بن جا رہے تھے۔ اس سلسلے میں نبی علیہ السلام سے شکایت بھی کی اور یہودی کو طلاق دینے کا اصرار کیا مگر نبی علیہ السلام نے ان سے کہا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنی یہودی کو روکے رکھو یعنی طلاق سے منع فرمایا نہ بھیجنا بخاری۔ کتاب الامتصاص بالکتاب والسداد۔ چنانچہ باقیہ جب نزدیک بن جا رہے تھے طلاق دیدی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم سے منصب رضی اللہ عنہا کو اپنی زوجیت میں لے لیا۔ اس موقع پر جیسا کہ نبی علیہ السلام کو اس بات کا عذر بھی تھا، یہودی، منافقین اور مشرکین نے ایک دوسرے کی خدمت پر مختلف انداز سے الزام تراشی کی۔ ایک طرف نبی علیہ السلام پر اپنے منہ بولے بیٹے کی یہودی سے شادی کا اعتراض کر کے شور برپا کیا تو دوسری طرف یہودی کی طرف سے دائرہ علیہ السلام پر عائد کئے جانے والے الزام کی طرح یہ الزام بھی لگایا گیا کہ آپ نے خواہش نفس کے تحت نزدیک بن جا رہے سے طلاق دلو اگر رشتہ سے شادی کی۔

چنانچہ قرآن میں سورۃ الاحزاب کی آیات ۴۳ تا ۴۸ میں اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کی تفصیل بیان کر کے ان اعتراضات و الزامات کی تردید فرمائی اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن عصمت پر ان ناروا الزامات کے ذریعے لگائے جانے والے داغ کو صاف کر دیا۔

قرآن و حدیث کی تعلیمات کے ذریعے اہل بیت علیہم السلام کے مقام پر ہے، مناقب و فضائل، ان کے سیرت و کردار کی بلندی، اللہ کی اطاعت و قربانگاہی میں ان کے اخلاص و استقامت اور اللہ کی بارگاہ میں بجا بدی اور ہر حال میں اسی سے رجوع کرنے کے احساس و توحید و ہدی کو واضح کر کے ان کو انسانیت کے لئے اللہ کی بندگی کا ایک قابل تقلید نمونہ قرار دیا گیا ہے۔ لیکن اس قدر واضح تحریرات کے باوجود اور جیسا کہ شیخی القلب و حمیداران ایمان و اسلام کی جرات و جسارت کو جو ان نفوس قدسیہ کی عصمت اور ان کے کردار کو داغدار کر نیوالے اعتراضات و الزامات کے سلسلے میں کتاب و سنت کی کئی تعلیمات اور ان کے محکمہ و مالکین سے رجوع کرتے کے بجائے اسرائیلی روایات اور ان میں بیان کی گئی ہیں

گھڑت قصے گھٹائیوں کی طرف رجوع کر کے انکو اپنی جھوٹی اور نفس پرستانہ تخیلات کی بنیاد بناتے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں صوفیاء کے سلسلے کی ایک نامور اور معروف شخصیت، علی بن ابی طالب المعروف بہ ابی طالب، نقشبندی تصوف کے موضوع پر لکھی گئی "معزۃ الادب" کتاب "كشف الخوف" سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو جس میں انہوں نے یہود اور دوسرے دشمنان اسلام کی طرف سے دائرہ علیہ السلام اور اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر لگائے جانے والے مذکورہ بالا الزامات کو نہ صرف تسلیم کیا ہے بلکہ دین تصوف کی اصطلاحات کے ذریعے ان کی دلیل و تاویل بھی کر دی تاکہ ان کے اندر سے عقیدہ توحید الہی گستاخانہ برہنہ ہو۔ بدعزہ ہونے کے بجائے، انکی خصوصیات نمایاں اور گمراہ کن موٹھائی پر تجوہم تجوہم جاعین۔ ملاحظہ ہو

"جیسا کہ دائرہ علیہ السلام جب نکلتے تھے۔ ان کے تمام افعال انکی طرف سے وجود میں آتے تھے۔ اور اس وقت تک کہ قتل کو اللہ تعالیٰ نے انکی طرف ہی محال فرمایا۔ جیسا کہ ارشاد ہے: "فعلی شلو و حالوت۔" اور قتل کیا دوائر علیہ السلام نے جانوت کو۔ اور ہمہ نے اور موفی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم حالت سکر میں تھے تو آپ کو ہر وہ شخص جو آپ کی طرف سے البور میں آیا اللہ تعالیٰ اسے انکی امانت و اپنی طرف فرمائی اور کہا: "وما رمت الا رحمت و لکنی لکرم اور وہ اکثریں تم نے اسے محبوبہ تھیں پھینکیں۔ جب تم نے پھینکیں، وہ اللہ تعالیٰ نے پھینکیں تھیں۔" تو جب اصل حق محال ہو بندہ کفریہ تو بندہ خود قائم ہوتا ہے۔ اور جب بندہ کا عقل حق کی طرف منقلب ہو تو بندہ حق قائم ہوتا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ دائرہ علیہ السلام کی فکر مبارک میں جی جی بولی نہ پہنچے تھی۔ یعنی ایک محبت پر جو اور انکی محبت تھی جسے دیکھا، ان پر حرام تھی۔ اور جب بندہ حق قائم ہو گیا، جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہ نظر تو آپ کی بھی جی جی اس طرح نہ لگا کی جی جی پر۔ مگر وہ اپنی نزدیک حرام ہو گئی۔ اس لئے کہ وہ نظر ہو دوائر علیہ السلام کی تھی وہ نظر میں



# اللہ کی قدرت اور اُس کا قانون

از: حکیم عبد الصمد

دین کو ذریعہ معاش بنانے والے مولوں اور پیروں وغیرہ کے زیر اثر امت مسلمہ کے عقائد میں جہاں اور بہت سی حیرت انگیز اور آئیں وہیں اللہ کی قدرت کے متعلق بھی کچھ غلط باطن پھیلائی گئیں۔ چنانچہ آج اللہ کے دین میں کفریہ و شرکیہ عقائد داخل کرنے کے لئے اللہ کی قدرت کا سہارا لیا جاتا ہے۔ اس کا تجربہ دین حق کی تبلیغ کرنے والے ایمان حق کو ضرور ہوا ہو گا جو قبر میں نہ توں لاش کو قرآن و حدیث کی رو سے بے روح، زندگی سے غالی، حیات سے عاری، نیست سے تھی، دیکھتے دیکھتے لٹے اور ہر صلاحیت سے محروم ثابت کرتے ہیں تو دنیاوی قبر میں اس لاش میں زندگی کے قائل مسلک پرست فوراً "ان اللہ علی کل شیء قدير" کہہ کر اپنے شرکیہ عقیدے کا ثبوت زامہم کرنے کی کوشش نامراد کیا کرتے ہیں یعنی کہتے ہیں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے وہ سب لے کر سکتا ہے وہ چاہے تو مردے کو قبر میں زندہ کر دے وہ چاہے تو مردے کو متواتر، وہ چاہے تو مردے کو دکھلا دے، بلو دے، وغیرہ وغیرہ اور اسکیلے "ان اللہ یسمع من یشاء" کا بھی سہارا لیا جاتا ہے۔

اللہ کی قدرت سے کسی مومن کو انکار نہیں ہو سکتا، بلا شک و شبہ ہر چیز پر قادر ہے، اس کی قدرت کائنات کے ہر ذرے پر محیط و حاوی ہے۔ قرآن کی متعدد آیات میں اللہ کی قدرت کاملہ و نامہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس نے خلقت کی ابتداء کی اور پھر اس کا اعادہ کرتا رہتا ہے (سورہ النحل آیت ۳)۔ اس نے سات آسمان اور انہی کی طرف زمین پیدا کی (الحق آیت ۱۲)۔ زمین پر پہاڑوں کی صورت میں ہر طرف بھاری بونہار لکھتے تاکہ وہ کسی ایک طرف نہ جھک پڑے (الحق آیت ۱۵)۔ روشنی کیلئے سورج اور چاند بنائے، اعلیٰ راہیں اور منزلیں متعین کیں۔ آج اور رات

بنائے۔ ان کے اوقات مقرر کئے جن میں سرور فرقی نہیں ہو سکتا (الانعام ۷۰، النہم ۳۷ تا ۴۰، الزمر ۵۱)۔ زمین کو جاتے قرار بنایا اور اس میں نہریں چلائیں (النحل ۱۶)۔ یہ پانی دودھ پکوانے کی صورت میں ساتھ ساتھ چلتا ہے لیکن ایک دوسرے میں ملتا نہیں۔ دونوں کے درمیان آدھ ہے (الرحمن ۱۸)۔ ایک کا پانی پیٹھا اور خوشگوار ہے، دوسرا پیٹھا ہے اور دوسرے کا پانی کھاری اور گڑوا ہے جس سے میں جلتا ہے (الفرقان ۳۵)۔ عرش پر قائم رہ کر مادی کائنات کا انتظام چلا رہا ہے (انعام ۳)۔ بے جان چیز سے جاندار کو اور جاندار چیز سے بے جان کو پیدا کرتا ہے (آل عمران ۴۷، الروم ۱۵)۔ ہر جاندار سے کو پانی سے پیدا کیا (الانبیاء ۳۰)۔ آسمان سے پانی برس کر کے جان زمین پر زندگی کے اثرات پیدا کرتا ہے (البقرہ ۲۴۵)۔ اس پانی کے ذریعے زمین سے نئے سے نرم و نازک بیج کو پھاڑ کر ہر قسم کے نباتات اگاتا ہے (الانعام ۷۵)۔ ہر سے بھرتے نباتات پیدا کرتا ہے (النحل ۶۴)۔ مختلف رنگوں کے میوے پیدا کرتا ہے (القاطر ۳۲)۔ اس کھیتی کو انسان اور جانور اپنی غذا بناتے ہیں (المجاد ۲۷)۔ یہ غذا جسم میں بیج کر خون بناتی ہے جس سے عظم بنتا ہے اور اسی عظم کے رحم مادر میں ٹپکاتے جلتے پر اختلاف جنسی سے مختلف مدارج میں ایک مکمل نیا اور بہترین جسم وجود میں آتا ہے (المومنون ۱۲ تا ۱۴)۔ النجم ۶۳، البقرہ ۲۲، النحل ۳۱)۔ ماں و باپ ایک سے دودھ پالتی ہے (الاحقاف ۱۵)۔ اللہ زمین اور آسمان سے رزق کا سامان کرتا ہے (النحل ۱۱)۔ وہ سب کو دکھاتا ہے اور خود کسی سے کھانا نہیں لیتا (الانعام ۱۳)۔ سوشیوں کے بیٹوں میں گویا اور خون کے درمیان سے خوشگوار اور لذیذ دودھ نکالتا ہے (النحل ۱۱۰)۔ اگلور، اگلور، دھنوں







نے کسی جانور کی موت کا وقت ملایا اور کسی عورت کی موت کو وقت سے پہلے طاری کر دیا، خود اپنی موت بھی کچھ سترہ گھنٹات کے معمول کے لئے مؤخر کر دی، اپنے سر پر گو جب چاہا مار دیا اور جب چاہا دوبارہ زندہ کر دیا (جیسا کہ شاہ ولی اللہ نے انھیں العارفین نامی کتاب میں اپنے والد اور نایا کے واقعات لکھے ہیں)۔ بارہ سال سے قذافی کثرتی اور اس میں سو بار پاداشت کے آدمیوں کو دیا میں باقہ بال کر بھیج دیا (موسوی علیہ السلام کا حال دیا) (موسوی عبدالقادر جیلانی سے منسوب مشہور بیوقوفی کرامت) اور یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے بعد مدرسے کی بنیاد رکھنے آئے مدرسے کے حسابات چیک کرتے آئے مدرسے کے غفلتوں کے باہمی اختلافات کو دور کرنے کے لئے مدرسے کے بانی مولوی صاحب بھی مرنے کے بعد دنیاوی جسم یعنی گوشت پوست کے بدن کے ساتھ چلے آئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہ ولی اللہ صاحب کی موت کے وقت ہجر انھیں بچوں کی فکر پر تسلی دی کہ "تو کا ہے کا فکر کرے ہے" جیسے میری اولاد دلیہ میری" احکامات اولیاء از اشرف علی تھانوی میں ایسے متعدد واقعات لکھے ہوئے ہیں اور یہ کہ ڈاکوؤں کے ہاتھوں مدرسے چاہنے والے دوا صاحب منجھلی کا نوکر لے کر دواوی کے پاس تشریف لے آئے (جیسا کہ اسی تھانوی صاحب نے اشرف المآثر نامی کتاب میں لکھا) وغیرہ وغیرہ تو یہ سب واقعات مجھ سے قرار دے جائیں گے۔

یہ صرف اللہ کی قدرت تھی کہ ولایت حق دینے پر جب قوم نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈلوایا تو وہ آگ ان کا ایک بال بھی نہ جلا سکی اور اللہ کے حکم

بنار کونی برد وسلا ماعل ابراہیم (الانبیاء ۶۸)

"اے آگ ابراہیم پر سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہو جا"

کی تعمیل میں آگ نے سلامتی کا گوارہ بن گئی ورنہ اس رب کا علم ناممکن ہی ہے کہ آگ کا کام جلانا ہے۔ اس لئے آج اگر کوئی آگ کا ماتم کرتا ہے یعنی جیسے انگاروں پر چلتا ہے یا بھڑکتی آگ میں سے گزرتے کا تصور کرتا ہے یا اپنے حید ہونے (یعنی یہ تصور کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ

وسلم کی اولاد میں سے ہے) کے ثبوت میں آگ پر باقہ رکھ لیتا ہے یا جلتا انگارہ منجھلی میں بند کر لیتا ہے، وغیرہ، تو یہ سب محض شیعیت بازی یا کر حب کا مظاہرہ ہو گا۔ ایسا نہیں ہو گا کہ اللہ کا قانون اس پر لے آ کر ہو جائے۔

اسی طرح پانی کی مثال ہے۔ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام اور انکی مہمن جماعت کو بحر قلزم میں راستے میں آگ اور آگ پانی کے درمیان سے باعظمت پار ٹنکل گئے۔ اور یہ سب کچھ اللہ کی قدرت سے ہوا جسکا ذکر قرآن میں بھی جگہ آیا ہے مثلاً

فأوحى إلى موسى أن اضرب بعصاك البحر

فانفلق ففلك كل خرق كالعلو والمعلیم (الشعراء ۶۴)

"پس ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اپنے عصا کو سمندر پر

مار دو تو وہ سمندر بھٹ کر دو بہر ٹکڑا بنے پانی کی طرح ہو گیا۔"

اور ان کے تعجب میں آئے والا قرآن اور اسکا تفسیر اسی سمندر میں خرق ہو گئے۔ ان پر اللہ کا قانون نافذ ہوا اور سمندر نے راستہ نہ دیا بلکہ ڈلوایا کہ اسکا کام ڈلنا ہی ہے۔ آج اگر کوئی موسیٰ یہ دعویٰ کرے کہ وہ سمندر پر چلتا ہے یعنی سمندر اسے راستہ دے دیتا ہے اور اس کے پیچھے آنے والے بھی اسی طرح سمندر میں راستہ پا کر گذرے گا، چاہے جیسے کہ رضا خاں پریلوئی نے مجدد مائتہ حاضر نامی کتاب میں صوفی ضیاء بغدادی کا واقعہ لکھا تو اس کا یہ دعویٰ چھوٹا ہو گا۔

یہ اللہ کی قدرت ہے کہ وہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے بذریعہ وحی غیب کی خبریں عطا فرما دیتا ہے (آل عمران ۱۰۹، النمل ۲۸) اور وہ اس وحی کی روشنی میں تعمیر اپنے پی سے کچھ ملاتے ہے کم و کاست پیغام الہی لوگوں تک پہنچا دیتے ہیں (التکویر ۲۳، المائدہ ۱۰۹، النمل ۱۰۲، النجم ۱۰۸، الاحقاف ۳۴، آل عمران ۷۷ اور اپنی است کو واقعات گزشتہ آئندہ کی خبریں دیتے ہیں (یوسف ۲۰، ص ۳۷، آل عمران ۱۳۳ اور اللہ تعالیٰ کا قانون یہی ہے کہ

قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا للہ (النمل ۶۴)



"کہہ کہ زمین اور آسمانوں میں حب لا ہائے ولا اللہ کے سوا کوئی نہیں"۔  
 اس قانون الہی کی روشنی میں غیب دانی کے سلسلے دعوت و دعوت باطل اور  
 پوچھنے حالات سے باخبر ہونے کے سلسلے واقعات جنہ نے قرار پائیں گے  
 خواہ وہ کسی شیخ الحدیث، شیخ القرآن، علامہ دورانی یا مستحق اعظم حق کی  
 جانب سے کیوں نہ بیان کئے جائیں۔ مولوی ذکریا کاندھلوی کے تبلیغی  
 انساب (انصاف) کے نام سے ساری کتب اشرف علی قندلوی کی حکایت  
 اولیاء اشرف السوانح، امام ابو المظاہر، عبد الرحیم گنگوہی کی سیرت المرحومہ،  
 سوانح قاضی شاہ ولی اللہ کی انکسار العارفین، فیوض المرمیہ، اور ثمنین  
 وغیرہ سب ہی کتب مسلک و تصوف میں اس قسم کے واقعات بڑی کثرت  
 سے لکھے گئے ہیں۔ طوالت سے بچنے کیلئے نقل جس گئے جا رہے۔

یہ صورت سماع مولیٰ کی بھی ہے اور کلام مولیٰ بھی اسی کے  
 ذیل میں ہے۔ "ان اللہ یسمع من یشاء" (الطائر ۲۲) میں اللہ کی  
 قدرت بیان کی گئی ہے کہ وہ قادر رب جس کو چاہے ہے سنا دیتا ہے۔  
 منانے کے اس فعل پر اسے پوری قدرت حاصل ہے لیکن قانون اسکا یہ  
 ہے کہ مردوں کو کوئی کچھ نہیں سنا سکتا، چنانچہ فرمایا انک لا تسمع  
 الموتی (النمل ۸۰)۔ سننے منانے والا خواہ نبی ہو یا غیر نبی۔ یہ اللہ تعالیٰ  
 کی قدرت ہی تھی کہ اس نے قلب پدروالی روایت کے مطابق غزوہ بدر  
 میں مارے جانے والے مشرک سرداروں کی لاشوں کو انکی روحانی اور  
 صحابہ کی فصیحیت قبولیت ایمانی کے لئے گھنوں کی قبر میں نبی صلی اللہ علیہ  
 وسلم کا تدبیر و توفیق خطب سنا دیا (صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب  
 قتل ابی جہل، حدیث نمبر ۵۵۳۵ و ۵۵۳۶ اور قانون اسکا یہی ہے کہ  
 "انک لا تسمع الموتی" (تم مردوں کو نہیں سنا سکتے)۔ اس ایک  
 احادیثی واقعے کو جیسا کہ قانون الہی کے خلاف آج ہر مکررے کو سنتے  
 سمجھتے دیکھتے ہوئے والا بخلا دیا گیا ہے۔ اللہ کی کتاب بیکار پکار کر رہی  
 ہے کہ تم مردوں کو نہیں سنا سکتے (الطائر ۲۲) قبر، الموتی کو نہیں سنا سکتے  
 (النمل ۸۰) لیکن اللہ کی اسی کتاب پر ایمان و یقین رکھنے کے دعوت  
 کرنے والے لوگ ہیں کہ سمجھتے ہی نہیں اور قبروں پر جا کر مردوں کو

سنانے کی کوشش کرتے ہیں، کچھ تو مردوں سے ایمان و سنا نہیں  
 کرتے ہیں۔ اور اکثر ان ہی سے وہ سب کچھ مانگتے لگتے ہیں جو صرف اللہ ہی  
 دیتا ہے۔ یہ لوگ انھیں سلام کرتے ہیں، ایک دوسرے کے ذریعے سلام  
 کھلاتے ہیں، سواری پر بیٹھے بیٹھے یا بار اٹھتے اور ہی سے قبر گارڈ کر کے  
 ہاتھ اٹھا کر سلام کا مہرہ پیش کر دیتے ہیں اور وہیں یقین رکھتے ہیں کہ  
 ان کا سلام سن لیا گیا اور جواب بھی دے دیا گیا۔ میں تک تو بات صرف  
 مردوں کو سنائے گی تھی، مگر یہ ہے کہ ایک قدم آگے بڑھایا جاتا ہے  
 اور مردوں سے باہر نکروالے اور خود انھیں سننے کے دعوت بھی کئے  
 جاتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اچھے یہ لوگ روئے ہاتھس یا  
 دربار پاک یا بارگاہ گنجے ہیں حالانکہ شیخ الحدیث میں اس قسم کے الفاظ  
 نہیں آئے۔ صحیح روایات میں تو قبر کے ہی الفاظ ہیں اور فکر سلام کرتے  
 ہیں اور جواب سنا کلا دعویٰ کرتے ہیں، بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ نبی صلی  
 اللہ علیہ وسلم نے قبر سے ہاتھ باہر نکال کر مصافحہ بھی کیا جسے ستر حزاب  
 افراتے دیکھا، امامہ البلاغ از مفتی شفیع عثمانی، قضا علی جاز کریم  
 کاندھلوی، بعض لوگ یہاں تک کہتے ہیں کہ سلام و مصافحہ کے علاوہ نبی  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے موتے مبارک یا لہے کھانے کا ٹھنڈ بھی دیا خواہ  
 ولی اللہ و در ثمنین، فیوض المرمیہ، انکسار العارفین، کچھ دوسروں کے یہ  
 دعوت ہیں کہ پیر صاحب کی روح اپنی زیارت کے بعد زائر مرید کے  
 پیچھے نماز پڑھتی ہے، دوسرے پیر صاحب قبر سے طلوع کی فرمائش کرتے  
 ہیں، اچھا پڑھنے پر تعریف بھی فرماتے ہیں (حوالہ ایضاً)۔ میرے پیر  
 صاحب اپنی قبر کے زائرین کی حیثیت کے لئے قبر سے باہر آکر اونٹ  
 و بخ کرویت میں انصاف علی حدقات از ذکریا کاندھلوی، اچھے تھے پیر صاحب  
 اپنے قون پیر کا طفر سن کر خوش پڑتے ہیں اور بعد میں اسے دوسروں کو  
 بھی سناتے ہیں (ایضاً)۔ ایک اور صاحب قبر میں رکھے جانے کے بعد  
 انھیں کھول دیتے ہیں اور دریافت پر جاتے ہیں کہ اللہ کا ہر عاشق و مدد  
 ہوتا ہے (ایضاً)۔ یہ اور اس قسم کے سیکڑوں واقعات مذکورہ بالا قانون  
 الہی کا قیہ انکار کر دیتے ہیں کہ مردے کو سنایا نہیں جا سکتا اور سنایا اسے



نہیں جاسکتا جو سن نہ سکتا ہو۔ اور جو سن نہ سکتے وہ بول بھی نہیں سکتا۔  
 مگر ان کے مروجے ہیں کہ سنتے بھی ہیں اور سناٹے بھی ہیں، ادا کرتے بھی ہیں  
 اور دیکھتے بھی ہیں۔ حالانکہ یہ سارے کام تو زندہ لوگوں سے ہوتے ہیں۔  
 مردوں سے یہ سارے کام کمال میں۔ یہ سارے افعال تو زندگی سے  
 مشروط ہیں۔ موت کا اطلاق و نفاذ زندگی کی عدم موجودگی پر ہی ہوتا ہے۔  
 جب زندگی ہی نہ رہی تو مردوں کے جیسا کوئی فعل بھی نہ ہوا ورنہ اگر  
 موت کے بعد بھی مردوں جیسے سارے کام بدستور و حسب معمول  
 ہوتے ہوں بلکہ بعد از موت ہوتے ہوں جیسا کہ یہ لوگ دعویٰ کرتے  
 ہیں تو پھر یہ مردے مردے نہ ہوتے بلکہ زندوں سے کچھ بڑھ کر ہوتے  
 (کیونکہ منوں مٹی کے تھے سے دیکھنا، سنا اور سنا دینا تو عام انسانی زندگی  
 میں ناممکن ہے)۔ اور پھر تو زندوں کو قبر میں دفن کرنا ان کے ساتھ شدید  
 ظلم ہے۔ زندہ درگور کرنا تو کسی کے نزدیک پسندیدہ نہیں۔ یہ فعل تو  
 ”جہالت کے مشرکین کا تھا جس کے متعلق قرآن میں ہے کہ

وَالَّذِينَ آمَنُوا سَلُّوا أَيْدِيَكُمْ عَنْ الْقَبْلَتِ (سورۃ البقرہ ۱۸)

مومنہ گانہ جہانہ والی سے پوچھا جائے گا کہ تجھے کسی عہد میں قتل کیا گیا۔  
 طرفہ تماشہ تو یہ ہے کہ ظلم دیکھنے کے و عہدہ لوگ مردوں کے  
 جناح کی نفی میں آتے والی آیات میں کرکندہ ہیں کہ ان سے مراد کفار و  
 مشرکین ہیں جو دعوت حق نہیں سنتے تھے ورنہ نبیؐ نے تو خود مردوں کو  
 جہنم کی تلقین کی ہے۔ اور ثبوت میں قبرستان کی دعا ”السلام  
 علیکم یا اهل القبور“ جتنی کر دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں مزید گفتگو  
 کرنے سے پہلے اہل قبور کو سلام کرنے پر کچھ عرض کر دینا مناسب ہوگا۔  
 اہل قبور کو سلام کرنے کیلئے خواہ مستدرجہ بالا الفاظ ہوں جو ترمذی نے  
 روایت کئے ہیں (اہل حدیثوں کے پیشوا و اضر الیائی صاحب نے اس کو  
 صحیفہ دیا ہے) یا مسلم کے روایت کردہ یہ الفاظ ہوں۔ ”السلام  
 علیکم اهل الدیار من المؤمنین والمسلمین وانا ابن شداد لله  
 جہنم لا یحییون نسأل الله لنا و لکم العافیة“ (کتاب الجنائز)  
 میں اپنے مومن و مسلم بھائیوں کے لئے اللہ سے دعا ہے۔ الفاظ

اگرچہ خطابی ہیں (مسلم نے اسی روایت میں اور اس سے پہلی روایت  
 میں بغیر خطابی الفاظ کے بھی یہ دعا روایت کی ہے) لیکن یہ مردوں کو  
 خطاب نہیں ہے جعفر الطحیاتی میں نبیؐ پر سلام کیلئے الفاظ ”السلام  
 علیکم یا اهل النبی“ خطابات استعمال ہوتے ہیں لیکن یہاں نبیؐ کو  
 خطاب کرنا مراد نہیں (کیونکہ جس کو خطاب کیا جائے وہ لازمی جواب بھی  
 دیتا ہے اور نہ ایسی بی شمار حدیثیں ہوں جن میں بتایا جاتا کہ نبیؐ لوگوں  
 کے التحیات میں پڑھے جانے والے سلام کا جواب دیتے تھے۔ بات صرف  
 اتنی ہے کہ نبیؐ نے امیطرہ یہ دعائیں نکھائیں اور مومن قیامت تک  
 امیطرہ یہ دعائیں پڑھتے رہیں گے بطور کسی ایسے عقیدے کے کہ  
 ”السلام علیکم یا اهل القبور“ والی دعا قبر کے مردے سنتے ہیں  
 اور التحیات کے کلمات ”السلام علیکم یا اهل النبی“ رسول  
 صلی اللہ علیہ وسلم سن لیتے ہیں۔

اب آئیے سلام موتی کی نفی سے مشرکین مراد ہونے کی دلیل کی  
 طرف۔ اگر یہ لوگ اپنی اس دلیل پر غور کریں تو انہیں اس میں ہی  
 جواب مل جائے۔ قرآن کا غور مطالعہ کرنے والا جانتا ہے کہ ان آیات کا  
 تفسیر و استعارے والا اوجہ انداز ہے۔ جو مشرکین و عوت حق کو سنتے  
 نہ تھے حیا نہیں انکو مردوں سے تشبیہ دینی جارہی ہے کیونکہ مردے سنا  
 نہیں کرتے۔ اور انہیں مردے سن سکتے تو پھر اس تشبیہ کی کوئی حیثیت  
 ہوتی اور نہ کوئی اپنی ضرورت باقی رہتی۔ اسی طرح سورۃ المائدہ آیت ۱۹  
 میں دعوت حق قبول کرنے والوں کو ”اولو الالباب“ یعنی دانشمند  
 قرار دیا گیا جبکہ حق سے روگردانی کرنے والے کو ”امسوا“ یعنی اندھا  
 کہا گیا ہے اور یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ اندھے دیکھ نہیں سکتے، اسی لئے  
 کفار و مشرکین کو استعارۃً اعمیٰ کہا گیا۔ اب کوئی اس سے یہ معنی مراد لینے  
 لگے کہ ابو جہل، حنظل بن ربیعہ اور امیہ بن خلف وغیرہ واقعی آنکھوں سے  
 اندھے تھے تو یہ محض افتراء انداز ہوگا۔ کسی کو ”شیر دل“ کہا جائے تو یہ  
 اسکی بہادری کا اظہار ہے، شیر کی بہادری ایک مسلمہ حقیقت ہے اسی لئے  
 بطور استعارۃ شیر دل کسی کی بہادری کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ علیٰ هذا



انقیاس "اِنَّ اللّٰهَ يَسْمَعُ سِرَّ بَشَرٍ" سے جہاں بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا اظہار ہے وہاں سیاق و سباق کے لحاظ سے یہ مراد ہے کہ ان ضروروں یعنی زبرد و کفار و مشرکین میں سے اللہ جی کو چاہے سنا دے یعنی دعوت حق میں کر قبول کرنے کی توفیق عطا فرما دے۔

درج بالا طور کی روشنی میں ان آیات پر غور فرمائیے۔ اللہ نے ایک لا تسع لمون ولا تسع لہم لوجہا ولا لوجہہم ولا تسع لہم اور اس کے بعد والی آیت

وما انت بہذا العنصر عن ظلمہم ان تسع لہم من یوم یوم یشاہم مسلمون

میں واقعی مشرکین کی مثال دی ہے کہ جس طرح مردے سنے کی صلاحیت سے محروم ہوتے ہیں اور انھیں کیسی طرح سنایا نہیں جاسکتا اور جس طرح ہرے سنے کی صلاحیت سے محروم ہوتے ہیں لیکن تم سب کو نور سے بچ کر سنایا جاسکتا ہے لیکن اگر وہ پیچھے پھیر کر چلے تو سنانے کا یہ امکان بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ان مشرکین کو بھی نہیں سنایا جاسکتا جنھوں نے حق سنے سے اپنے کانوں کو بند کر لیا ہے اور حق سے مزہ موڑ چکے ہیں۔ اور جس طرح اندھوں کو غلط راستے پر جانے سے اگر وہ کسی کی بات نہ مانیں وہ گامیں جاسکتا اسی طرح ان مشرکین کو بھی جھٹکنے سے نہیں بچایا جاسکتا جنھوں نے حق کی طرف دیکھنے سے آنکھیں بند کر لی ہیں۔ آپ تو صرف انھیں سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں پھر مسلمان ہو جاتے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ یہاں اندھوں بہروں سے مراد وہی ہیں جو حق دیکھنے سنے سے انکار کر دیں وہ نہ نبی کے صحابہ ہیں یعنی مانجھا بھی تھے اور کم سماعت والے بھی، البتہ انھوں نے دل کی بصیرت و سماعت سے حق کو پہچانا اور سنا تھا اور اس کا انکار نہ کر کے خود کو دل کے اندھوں بہروں میں شمار نہ کر لیا بلکہ اولوالالباب ٹھہرا کے گئے۔ یہ بات بھی غور طلب ہے کہ کیا کبھی کسی بہرے اور اس بہرے کے متعلق جو پیچھے پھیر کر دور ہو جائے اور پیچھے کر سنا لے جائے کہ رہے سے مودوم امکان کو بھی ختم کر دے کسی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ من سکتا ہے؟ کیا کسی اندھے کے بارے میں بھی یہ دعویٰ کیا گیا کہ وہ دیکھ سکتا

اگر کوئی دل کی بصیرتی آنکھ اور احساس کے کان کو بند کر لے اثبات میں جواب دیا ہے تو بلاوہ اگر روح کے ساتھ وہ بصیرت اور احساسات بھی جسم سے خارج ہو جائیں تو پھر ہمیں سے دیکھنے کا امکان سے سے گا؟ ہمیں سے لے گا؟ ان ہی ظالک لحدہ لاولیٰ الانصار

گزشتہ صفحات میں زندگی و موت، آگ و پانی، علم و سماع کی چھ مثالوں پر اللہ کی قدرت اور قانون سے متعلق کچھ گزارشات کی گئیں۔ ان مثالوں کی اولیٰ الذکر صورتیں قدرت الہی سے متعلق تھیں اور یہ سب معجزات کی شکل میں رونما ہوئی تھیں جن کے متعلق یہ ماننا چاہیے کہ یہ عام قانون سے مستثنیٰ ہوتے ہیں اور انکا اظہار محض اللہ کی مرضی سے ہوتا ہے اور یہ اسکی قدرت کی اعلیٰ کے طور پر متعلقہ نبی کی نبوت کی حسی، مسمیٰ و ہماری دلیل کی حیثیت سے ظاہر ہوتا ہے جس میں نیکی کی اپنی کسی قوت، صلاحیت، مرضی یا خواہش کا دخل نہیں ہوتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ المؤمنین آیت ۷۸ میں فرمایا

وما کل لمرسول ان یاتی بأمر الا بانئذ اللہ فاعا جلا

امر اللہ قضی بالحق و عسر عندک المبطعون

"اور کسی پیغمبر کا مقدر یہ تھا کہ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی نفاذ نہ دے۔ پھر یہ

اللہ کا حکم آجپا تو انصاف کے ساتھ لیا کر دیا گیا اور اہل باطل قصوں میں پڑ گئے۔"

البتہ یہ بات قابل ذکر ہے کہ قرآن میں معجزات کیلئے یہ لفظ استعمال نہیں ہوا بلکہ لفظ "آیات اللہ" آیا ہے۔ یعنی اللہ کی قدرت کی نشانیوں۔ اللہ کی آیات کے لئے معجزہ کا لفظ بعد میں مستعمل ہوا۔ معجزہ کا وہ معنی ہے اس کے معنی ہیں وہ منظم قدرت جو عقل و کجہ میں نہ آئے اور انھیں عاجز کر دے۔ اب ان مذکورہ معجزات پر غور فرمائیے اور بتائیے کہ کیا یہ عقل و کجہ میں آتے ہیں یا انھیں عاجز کر دیتے ہیں۔ اگر جواب مؤثر الذکر ہو تو سمجھ لینا چاہیے کہ اللہ کی قدرت اور قانون دو مختلف اور علیحدہ چیزیں ہیں۔ معجزات کو عام سمولات نہیں بنایا جاسکتا کیونکہ وہ عام معمولی واقعات ہوتے ہیں۔ فیصلہ اور فتویٰ قانون پر ہی صادر کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ حق کو سمجھنے اور قبول کر لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



# مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

تحریر: خالد عزیز

مصر میں انسانی کا ادنیٰ عالم بھی جانتا ہے کہ اسلام سے قبل عرب کی صحرا نشیں قوم اقوام عالم میں سب سے تریا وہ پست اور رذیل قوم تھی۔ انکی اخلاقی اقدار کا گویا جتناڑہ نکل چکا تھا۔ بات بات پر جھگڑا فساد قتل و غارت انکا شیوہ تھا جو کہ قتل و در نسل چلتا۔ جنگ اور خون ریزی اس قدر زیادہ تھی کہ جنگ کی خاطر حرمت والے مہینوں کو اپنی مرضی سے آگے بڑھ کر دیا جاتا تھا۔ منگی اور باواری کے خوف سے اولاد کو قتل کر دیا کرتے تھے۔ قبائلی تعصب ان کی دگوں میں خون کی طرح گردش کرتا تھا۔ نسلی تفاخر انکی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ مذہبی طور پر دین ابراہیم کو جاننے کے دعوے دار تھے مگر در حقیقت، ان کی پوجا پاٹ اور پرستش انکا دین و مذہب تھا۔ محض ہاتھ سے بنائے گئے بتوں کو ہی نہیں پوجتے تھے درختوں اور پتھروں کی بھی پوجا کیا کرتے تھے۔ اللہ کے ساتھ ہر ہر معاملے میں شریک ٹھہراتے، چوپایوں اور کھیتوں کے ایک حصے کو اللہ کی نذر کرتے اور ایک حصے کو اپنے جانے ہوئے شریکوں کی نذر کرتے تھے۔ اپنی طرف سے بعض چیزوں کو حلال اور بعض چیزوں کو حرام قرار دیتے۔ اللہ کے گھر خانہ کعبہ کی بھورت انکے لئے باعث تفاخر تھی، مگر ان ظالموں نے اللہ کے گھر کو بھی کفر و شرک کی آماجگاہ بنا ڈالا تھا۔ عین سوسائٹہ بت اس میں رکھ چھوڑتے تھے۔ اللہ کے گھر میں ان پتھروں کی پوجا پاٹ کی جاتی تھی۔ مردہ عورت کعبہ کا برسرِ خوف کیا کرتے تھے۔ ان میں صرف قبیلہ قریش کپڑے پہن کر طواف کیا کرتا تھا۔ یا جس کو یہ کپڑے دیتے وہ ان کپڑوں میں طواف کر لیا کرتا۔ ظہر و شرک، بد خوئی، سوء نفسی، عریانی و فحاشی کے بے شمار مظاہرات انکے مذہب، اخلاقی اور معاشرت کا جزو و لا ینفک تھے۔



صعود میں اٹھائیں۔ آخر کار انہی لوگوں نے اللہ کی تائید و نصرت سے رنگ جہن بدلایا۔ جزیرہ عرب سے فکلی کر روم و قسطنطنیہ پر اسلام کا پرچم لہرایا۔ روم و قسطنطنیہ اس وقت کی سب سے زیادہ متحکم سلطنتیں اور متحدہ اقوام تھیں۔ یہ انہی عرب کے صحرا نشینوں کے ہاتھوں مفتوح ہوئیں۔ روم اور قسطنطنیہ کے مقابلے میں نہ انکو عددی برتری حاصل تھی اور نہ ہی مال و اسباب کا کوئی توازن تھا۔ قلبی قہار اور بے سرو سامانی کے باوجود یہ فاتح ہوئے اور وہ مفتوح۔ اسلام اور کفر میں نمایاں عدم توازن کے باوجود یہ سب کچھ ہو جانا دنیا والوں کے لئے تعینا حیرت و استحباب کی بات ہے مگر سچے اور کھرے ایمان والے۔ کوئی جانتے ہیں کہ رنگ جہاں بدلنے والے ان لوگوں نے ایمان کا اقرار کر کے اسکے عملی تقاضے اس طرح پورے کئے کہ انکا حق ادا کر دیا۔ جب نہیں جا کر اللہ کی تائید و نصرت سے وہ مقام حاصل کیا جو تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہے انہیں دنیا بھی ملی اور آخرت کی لازوال نعمتیں بھی انکا مقدر بنیں۔ اور جو دنیا کی نعمتوں کے حصول سے پہلے اللہ کی راہ میں شہید ہوئے تو وہ بھی گناہے میں نہ رہے، انہیں اللہ کی رفاقت حاصل ہوئی اور اللہ کی رفاقت بلاشبہ بہترین رفاقت ہے اور دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ نبی علیہ السلام کی بعثت کے وقت انتہائی نامساعد حالات میں اس دعوت پر لبیک کہنے والے اگرچہ تھوڑے تھے مگر بڑے ہی عظیم المرتبت تھے۔ انہی میں ایک مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ تھے۔

آپ کا تعلق بنی عبد الدار سے تھا۔ بڑے ہی مازو نعم میں پل کر جوان ہوئے تھے۔ والدین نہایت آموہہ حال تھے۔ خصوصاً ایک والدہ بہت مالدار خاتون تھیں۔ مصعب بن عمیر کو دنیاوی لذات اور آسائشات کی کوئی کمی نہ تھی۔ بڑے ہی شہانہ انداز میں زندگی بسر کیا کرتے۔ خوش پوشی میں پورے مکہ میں ممتاز تھے۔ وسائل کی بے تحاشہ فراوانی کے باوجود سلیم الطہرت، سیرت و اخلاقی اقدار کا بہترین نمونہ تھے۔ اپنے انہی اوصاف کی بنا پر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے مشرفہ بالاسلام ہوئے۔ آپ سابقین فی الاسلام سے ہیں۔

نبی میں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک چاہنا سہائی اور قریبی بنی الدار قریظ کے کھوہ حلقہ میں واقع مکان دارار قریظ کو اسلام کا پیغام پہنچایا تو مصعب بن عمیر نے اسے چھپ چھپ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے اور اسلام کی بے پناہ نعمت سے بہرہ مند ہونے پر اس دور میں مشرکین کے کاظم و جور انتہا کو چھپا ہوا تھا۔ کوئی ایمان والا انکی ایذا رسانی سے بھگوانا نہ تھا۔ مصعب بن عمیر اپنے ایمان کو چھپانے پر شہید و طور پر صلہ دوا کیا کرتے۔ اسلام کا ٹھکانہ شہر قریظ میں قائم ہوئے۔ بھگوانے بھولنے اور برگ اور بھولنے والا تھا۔ یہ ایمان اور اسلام کیسے چھپا رہا تھا۔ ایک دن عثمان بن عفان نے انہیں صلہ دوا کرتے ہوئے دیکھ لیا اور بنی النضر جاکر انکی ماں اور انکی قوم کو خبر دی کہ تم لوگ تو اسے آسائشات میں بچھپاتے ہیں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے ہو مگر وہ ہے کہ تمہارے آپانی دین کو بھونڈ کر دے (صلی اللہ علیہ وسلم کے مہین کو امتیاز کر چکا ہے۔ اس بات کے ظاہر ہونے ہی ماں کی بے مثل خشیت نفرت میں اور مازو نعم و آسائشات و پست میں تبدیل ہو گیا۔ آسائشات کی جگہ فک و سختی نے لے لی، کام و دین کے لحاظ کی بہتات فقر و فاقہ میں بدل گئی۔ اسی پر بس نہیں کیا گیا بلکہ وہ کوکب کیا گیا اور ایذا سہی دی جانے لگی اور انتہا یہاں تک پہنچی کہ انہیں قید میں ڈال دیا گیا۔

اس مقام پر ذرا لمحہ بھر کے لئے سوچئے کہ شکست اور دنیاوی نعمتوں سے بے بہرہ شخص کو جب اسطرح کی تکالیف پہنچتا کر دیا جائے تو یہ کیفیت اس کو پہلے حال کر رہے گی مگر جو شخص شہزادوں کی سی زندگی بسر کرتا ہو اور دنیاوی نعمتوں سے پوری طرح مستمع ہو اس پر جب یک طلت مصائب اور آلام کے سوار توڑ دے جائیں تو اسکا کیا حال ہوگا؟ لیکن اس کے لئے یہ سب کچھ ناقابل برداشت ہوگا۔ مگر مصعب بن عمیر ہیں کہ ان تمام تکالیف اور مصائب و آلام کو بڑی خند و ہوشی سے اٹھنے لگتے ہیں۔ انکے استقلال میں ذرا بھی لغزش نہیں آتی۔ اسلام کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ چارے شعور اور بے دل سے ایمان لانے والے کے دل میں یہ احساس راج ہو جاتا ہے کہ چھوڑنا کی کوئی طاقت اسے اس سے ہٹا نہیں سکتی۔ مصعب بن عمیر ایسے راج افامین تھے کہ جنہیں دنیا



کی بے ثباتی اور بے بقا ہستی کا پورا احسان تھا وہ آخرت کی نعمتوں کے بچے طلب کار تھے۔ مشرکین مکہ کا جو وہ ستم بڑھاتا رہا اور مکہ کی زمین مسلمانوں کے لئے تنگ ہوتی گئی تو اللہ کی طرف سے ہجرت کا اعلان دیا گیا اور مسلمانوں کو بتایا گیا کہ اللہ کی زمین کشادہ ہے۔ سورۃ الزمر میں ارشاد ہے:

”ہم لوگوں کے لئے اس دنیا میں الٰہیاتی کی افقے لئے اچھلتی سے اور اللہ کی زمین کشادہ ہے۔ صبر کرنے والوں کو ایک اجر بہت عظیم ہے جس کا یہ“

خاصہ حالات کی وجہ سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ مصعب بن عمیرؓ کسی طرح تنید سے نکلے اور آٹھ مرد اور چار خواتین پر مشتمل لشکر کا نئے کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ان لوگوں کو کچھ باہری حبشہ میں ہوئے تھے کہ قریش مکہ کے مسلمان ہوجانے کی افواہ افواہی۔ اس خوش کن خبر کی وجہ سے ان لوگوں نے والہی کا رشتہ سفر باندھا۔ مکہ کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ خبر جھوٹی تھی۔ قریش مکہ سے دھرمی سے اپنے آبائی دین پر جمے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں نے والہی جانا مناسب نہ سمجھا۔ قریش مکہ میں سے اکثر سوخ رکھنے والوں کی ایمان لیکر مکہ میں داخل ہو گئے۔ اس معاملے میں مورخین کا اختلاف ہے کہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے تمام لوگ والہی آگئے تھے یا کچھ وہیں رہ گئے تھے۔ اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ حبشہ سے والہی آئے والے تمام ہی لوگ شہر مکہ میں داخل ہوئے یا کچھ والہی بھی لوٹ گئے تھے۔ ہر صورت مکہ والہی آئے والوں میں مصعب بن عمیرؓ بھی تھے۔ وہ والہی آئے تو دیکھا کہ ہر چیز ویسی ہی ہے ہاں اگر کچھ تبدیلی آئی ہے تو صرف اشیاء کہ مشرکین کی مخالفت میں اور شدت آگئی ہے۔ مجاہدین کی والہی پر ستم آرائیاں جب زیادہ بڑھیں تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ایک مرتبہ پھر حبشہ ہجرت کرنے کی ہدایت دی۔ اس مرتبہ پہلے سے زیادہ لوگوں نے ہجرت کی مصعب بن عمیرؓ اس ہجرت میں بھی شامل تھے۔ حاضرین رجعت تھے ہیں کہ مصعب بن عمیرؓ ایمان لائے سے فیکر شیعہ ہونے تک میرے

دوست اور ساتھی رہے۔ وہ ہماری ساتھ دونوں ہجرتوں میں حصہ لگے۔ جماعت مجاہدین میں وہ میرے رفیق تھے۔ میں نے ان سے زیادہ خوش اخلاق آدمی نہیں دیکھا۔ مورخین نے اس بات کی سرراحت نہیں کی ہے کہ مصعب بن عمیرؓ کتنے سال حبشہ میں رہے اور کب واپس آئے لیکن یہ امر بالکل واضح ہے کہ بیت عقبہ اولیٰ سے پہلے مکہ والہی آگئے تھے۔ انہوں نے اللہ کی راہ میں بے شمار صعوبتیں اٹھائیں، ایمان لائے سے پہلے بیش قیمت اور قیمتی لباس زیب تن کیا کرتے تھے مگر اب ان کے کپڑے یوسید اور نکمہ و بے موئے اور پیوند لگے ہوئے ہوتے تھے۔ انکی نرم و نازک جلد خشک، کھردری اور پھٹی پھٹی سی ہو گئی تھی۔ ایک مرتبہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو یوسید و لباس پہنے ہوئے تھے جس میں جگہ جگہ پیوند لگے ہوئے تھے اور پیوند بھی ایسے کہ کپڑے میں کپڑے کا پیوند بھی بصر نہ تھا۔ کھان کے ٹکڑوں کے پیوند لگائے ہوئے تھے۔ اور اللہ کے اس بندے کے ماتھے پر شکن تک نہیں تھی۔ مورخین نے لکھا ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اس حال میں دیکھے کہ آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا کہ چند سال پہلے تک پورے مکہ میں اس سے بڑھ کر ناز و نعم کا پلا ہوا بہترین لباس پہننے والا اور آسودہ حال کوئی نہ تھا لیکن آج اللہ اور اس کے رسول کی نصرت پر اس نے اپنے تمام بخش و آرام کو قربان کر دیا ہے۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایمان بچ میں رنج کے لئے آئے والوں کو دعوت دیا کرتے تھے۔ اس دعوت کے نتیجے میں مدینے کے قبیلے خزرج کے چھ آدمی ایمان لائے تھے۔ انہوں نے مدینہ والہی جا کر دعوت کا کام شروع کیا جس کے نتیجے میں آئندہ سال بارہ آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی علیہ السلام نے ان سے عقبہ کے مقام پر بیت فی جو تاریں تھیں بیت عقبہ اولیٰ کے نام سے مشہور ہے۔ اہل مدینہ جب والہی جاتے گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہمراہ اشاعت اسلام، تعلیم قرآن اور اسلامی احکام کی تعلیم کے لئے اپنا ایک سفیر بھیجا۔ یہ سفارت گیری بھی مصعب بن عمیرؓ کو ملی۔ مدینہ پہنچ کر



اشاعت اسلام کے لئے بھرپور کوششیں کیں اور انہیں اس میں شامدار کامیابی حاصل ہوئی۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی انہی کے ہاتھ پر اسلام لائے۔ یہ وہ صحابی رسول ہیں جنکی شہادت پر عرش الہی متحرک ہوا۔ مصعب بن عمیرؓ کی مدینہ میں اشاعت اسلام کی کوششوں کا کچھ احوال "الرحیق المصحوم" سے پیش خدمت ہے:

"حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مدینہ پہنچے تو حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے گھر متحول فرما دیئے۔ پھر دونوں نے مل کر اہل بیثرت میں جوش و خروش سے اسلام کی تبلیغ شروع کر دی۔ حضرت مصعبؓ مرقی کے خطاب سے مشہور رہے (مرقی کے معنی ہیں پڑھنا یا لانا۔ اس وقت عظیم اور استاد کو مرقی کہتے تھے)۔ تبلیغ کے سلسلے میں انکی کامیابی کا ایک نمائندہ شامدار واقعہ یہ ہے کہ ایک روز حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ انہیں ہمراہ لے کر بنی عبد الاشمل اور بنی ظفر کے محلے میں تشریف لے گئے اور وہاں بنی ظفر کے ایک باغ کے اندر مرقی بھی ایک کنویں پر بیٹھ گئے۔ انکے پاس چند مسلمان بھی جمع ہو گئے۔ اس وقت تک بنی عبد الاشمل کے دونوں سردار یعنی حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت اسیدؓ بن حضیر مسلمان نہیں ہوئے تھے بلکہ شرک پر ہی تھے۔ انہیں جب خبر ہوئی تو حضرت سعدؓ نے حضرت اسیدؓ سے کہا کہ فورا جاؤ اور ان دونوں کو جو ہمارے کمزوروں کو یہ توقف بنانے آئے ہیں واپس دو اور ہمارے محلے میں آنے سے منع کرو۔ چونکہ اسعدؓ بن زرارہ سیدی خالد کا لڑکا ہے اس لئے تمہیں بھیج دیا ہوں اور اسے یہ کام میں خود انجام دے دیجئے۔

اسیدؓ نے اپنا حرب اٹھایا۔ اور ان دونوں کے پاس پہنچے۔ حضرت اسعدؓ نے انہیں آکا دیکھ کر حضرت مصعبؓ سے کہا: "یہ اپنی قوم کا سردار ہمارے پاس آیا ہے۔ اسکے بارے میں اللہ سے نیجائی اختیار کرنا۔" حضرت مصعبؓ نے کہا: "اگر یہ بیٹھا تو اس سے بات کروں گا۔" اسیدؓ پہنچے تو ان کے پاس ٹھہرے مگر بہت مست کئے گئے۔ پہلے "تم دونوں ہمارے یہاں کیوں آئے ہو؟ ہمارے کمزوروں کو یہ توقف بناتے ہو؟ یاد رکھو، اگر تمہیں اپنی جان کی ضرورت ہے تو ہم سے الگ ہی رہو۔" حضرت مصعبؓ نے کہا:

"کیوں نہ آپ تمہیں اور کچھ سنیں۔ اگر کوئی بات پسند آجائے تو قبول کر میں چہ نہ آئے تو چھوڑ دیں۔" حضرت اسیدؓ نے کہا: "بات مصلحتانہ نہ رہے ہو۔" اس کے بعد اپنا حرب کاڑ کر بیٹھ گئے۔ اب حضرت مصعبؓ نے اسلام کی بات شروع کی اور قرآن کی تلاوت فرمائی۔ ان کا بیان ہے کہ: بخدا ایم نے حضرت اسیدؓ کے بولنے سے پہلے ہی انکے چہرے کی چمک دکھائی کہ اسے اسلام کا پتہ لگا گیا۔ انکے بعد انہوں نے زبان کھولی تو فرمایا: "یہ تو بڑا ہی عمدہ اور بہت ہی خوب تر ہے۔ تم لوگ کسی کو اس دین میں داخل کرنا چاہتے ہو تو کیا کرتے ہو؟" انہوں نے کہا: "آپ غسل کر لیں۔ کپڑے پاک کر لیں۔ پھر حق کی شہادت دیں، پھر دو رکعت نماز پڑھیں۔" انہوں نے اٹھ کر غسل کیا یا کپڑے پاک کئے۔ پھر شہادت ادا کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر بولے: "میرے چیلے ایک اور شخص ہے، اگر وہ تمہارا پیروکار بن جائے تو اسکی قوم کا کوئی آدمی جیسے نہ رہے گا اور میں اس کو اچھی تمنا سے پاس بھیج دیا ہوں۔" اشارہ حضرت سعدؓ بن معاذ کی طرف تھا

انکے بعد حضرت اسیدؓ نے اپنا حرب اٹھایا اور پلٹ کر حضرت سعدؓ کے پاس پہنچے۔ وہ اپنی قوم کے ساتھ محفل میں تشریف فرما تھے (حضرت اسیدؓ کو دیکھ کر بولے: "میں خدا کا دبا ہوں کہ یہ شخص تمہارے پاس ہو چہرہ لے کر آیا ہے یہ وہ چہرہ نہیں ہے جسے لے کر گیا تھا۔" پھر جب حضرت اسیدؓ محفل کے پاس آئے ٹھہرے ہوئے تو حضرت سعدؓ نے ان سے دریافت کیا کہ تم نے کیا کیا؟ انہوں نے کہا: "میں نے ان دونوں سے بات کی تو واللہ مجھے کوئی حرج نظر نہیں آیا۔ ویسے میں نے انہیں منع کر دیا ہے اور انہوں نے تمنا ہے کہ ہم بھی کریں گے جو آپ چاہیں گے۔

اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ بنی حارث کے لوگ اسعدؓ بن زرارہ کو قتل کرنے گئے ہیں اور اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ اسعدؓ آپ کی خالد کا لڑکا ہے لہذا وہ چاہتے ہیں کہ آپ کا عہد تو وہیں رہے۔ میں کہ سعدؓ مجھے سے بھڑک اٹھے اور اپنا نیزہ لے کر سیدھے ان دونوں کے پاس پہنچے۔ دیکھا تو وہ دونوں اطمینان سے بیٹھے ہیں۔ مجھے گئے کہ اسیدؓ کا نشانہ یہ تھا کہ آپ بھی انکی بات سنیں لیکن یہ انکے پاس پہنچے تو ٹھہرے ہو کر بہت مست کئے گئے۔ پھر اسعدؓ بن زرارہ کو



مجاہد کر کے بولے۔ "خدا کی قسم اے ابوالامد اگر میرے اور میرے  
درمیان قرابت کا معاملہ نہ ہوتا تو تم مجھ سے اس کی امید نہ رکھ سکتے  
تھے۔ ہمارے نکلے میں آکر ایسی حرکتیں کرتے ہو جو ہمیں گوارا  
نہیں۔"

دوسرے حضرت اسعدؓ نے حضرت مصعبؓ سے پہلے ہی سے کہا  
تھا کہ "خدا تمہارے پاس ایک ایسا سرور آ رہا ہے جس کے پیچھے اسکی  
پوری قوم ہے۔ اگر اس نے تمہاری بات مان لی تو پھر ان میں سے  
کوئی بھی نہ بچنے کے کا اس لئے حضرت مصعبؓ نے حضرت اسعدؓ سے  
کہا۔ "کیوں نہ آپ تشریف رکھیں اور سنیں۔ اگر کوئی بات پسند آگئی  
تو قبول کر لیں اور اگر پسند نہ آئی تو ہم آپ کی ناسندیدہ بات کو آپ  
سے دور ہی رکھیں گے۔" حضرت اسعدؓ نے کہا "انصاف کی بات مجھ سے  
ہو۔" اس کے بعد اپنا نیزہ گاڑ کر بیٹھ گئے۔ حضرت مصعبؓ نے ان  
پر اسلام پیش کیا اور قرآن کی تلاوت کی۔ ان کا بیان ہے کہ ہمیں  
حضرت اسعدؓ کے بولنے سے پہلے ہی انکے چہرے کی چمک دمک سے  
انکے اسلام کا چٹلک گیا۔ انکے بعد انہوں نے زبان کھولی اور فرمایا  
"تم لوگ اسلام لاتے ہو تو کیا کہتے ہو؟" انہوں نے کہا "آپ  
غسل کر لیں، کپڑے پاک کر لیں، پھر حق کی شہادت دیں، پھر  
دو رکعت نماز پڑھیں۔" حضرت اسعدؓ نے ایسا ہی کیا۔

اس کے بعد اپنا نیزہ اٹھایا اور اپنی قوم کی غفلت میں تشریف  
لائے۔ لوگوں نے دیکھتے ہی کہا۔ "ہم بخدا کہہ رہے ہیں کہ حضرت  
اسعدؓ جو چہرہ لے کر گئے تھے اس کے بجائے دوسرا ہی چہرہ لے کر پلٹے  
ہیں۔" پھر جب حضرت اسعدؓ اہل مجلس کے پاس آکر رکے تو بولے۔  
"اے بنی عبد الاشمل! تم لوگ اپنے اندر میرا معاملہ کیسا جانتے ہو؟"  
انہوں نے کہا۔ آپ ہمارے سرور ہیں۔ سب سے اچھی سوچھ بوجھ  
کے مالک ہیں اور ہمارے سب سے باہرکت پادشاہ ہیں۔ انہوں نے  
کہا۔ "اچھا تو سنو! اب تمہارے مردوں اور عورتوں سے میری بات  
پریت حرام ہے جب تک کہ تم لوگ اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ  
علیہ وسلم پر ایمان نہ لاؤ۔" انکی اس بات کا یہ اثر ہوا کہ شام ہوتے  
ہوتے اس قبیلے کا کوئی بھی مرد اور کوئی بھی عورت ایسی نہ بنی جو  
مسلمان نہ ہو گئی ہو۔ صرف ایک آدمی جس کا نام امیرم تھا اسکا  
اسلام جنگ احد تک موخر ہوا۔ پھر احد کے دن اس نے اسلام قبول

کیا اور جنگ میں لڑا وہ کام آگیا۔ اس نے ابھی اللہ کے لئے ایک  
سجود بھی نہ کیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے تھوڑا  
عمل کیا اور زیادہ اجر پایا۔

حضرت مصعبؓ، حضرت اسعدؓ بن زرارہؓ ہی کے گھر مقیم رہے  
کہ اسلام کی تبلیغ کرتے رہے یہاں تک کہ انصار کا کوئی گھرانہ باقی نہ  
بچا جس میں چند مرد اور عورتیں مسلمان نہ ہو چکی ہوں۔ صرف  
بنی امیہ بن زید اور خطہ اور وائل کے مکانات باقی رہ گئے تھے۔  
مشہور شاعر قیس بن اسلم نے انہیں جنگ خندق (۶ ہجری) تک اسلام سے  
مانتے تھے۔ اس شاعر نے انہیں جنگ خندق (۶ ہجری) تک اسلام سے  
روکے رکھا۔ بہر حال اگلے موسم یعنی حیرہ میں سال نبوت کا موسم  
رج آنے سے پہلے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا مہمانی کی  
بشارتیں لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مکہ  
تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیام میں رہنے کے حالات،  
انکی جنگی اور دنیوی صلاحیتوں اور غیر کی حیثیتوں کی تفصیلات سنائیں۔  
الرحیق المختوم ۴

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے جذبہ ایمانی اور اللہ کے نبی  
صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا  
ہے کہ مدینہ سے مکہ والوں نے آکر مدینہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی  
خدمت میں حاضر ہونے اور مشرکہ ماں سے نہیں ملے۔ ماں کو پتہ چلا کہ  
اشکا بیٹا آیا ہوا ہے تو انہیں اس طرح سرزنش کرتے ہوئے بلوایا کہ  
نافرمان جس شہر میں رہتی ہوں وہاں آتا ہے اور پہلے مجھ سے نہیں  
ملتا۔ مصعب بن عمیرؓ بھی صاف جواب دے دیتے ہیں کہ میں ایسا نہیں  
کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی اور سے ملوں۔ ایمان کا  
معیار یہی ہے کہ اس وقت تک کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک اسے  
اللہ اور اسکے رسول کی محبت ماں، باپ اور ہر چیز سے زیادہ نہ ہو۔  
مصعب بن عمیرؓ اللہ اور اسکے رسول کو سب سے زیادہ محبوب رکھتے  
تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے بعد وہ اپنی ماں کے پاس گئے ہیں تو  
ماں نے پوچھا کہ کیا تو اب تک اسی طریقہ میں (یعنی اسلام پر قائم ہے جس  
پر پہلے تھا۔ مصعب بن عمیرؓ کا صاف اور گہرا جواب تھا کہ میں رسول



اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر ہوں جسے اللہ نے اپنے اور اپنے  
 رسول کے لئے پسند فرمایا ہے۔ میں یہ صاف بول رہا ہوں کہ اپنی سر زمینوں  
 جتنا شروع کر دیتی ہے مگر مصعب بن عمیر وہ لوگ اللہ میں کہتے ہیں کہ  
 میں اپنے دین پر قائم ہوں۔ میں نے جب یہ دیکھا کہ یہ ہر کچھ اثر نہیں  
 ہو رہا تو انہیں دوبارہ قید میں بھجوا کر فکری دھمکی دیتی ہے۔ عزت اور  
 استقلال کے دیکر مصعب بن عمیر بڑے ہی احمق انداز میں میں پر واضح  
 کر رہے ہیں کہ اگر اب کمی نے مجھے لقمہ پائید میں ڈالنے کی کوشش کی تو  
 میں اسے قتل کر دوں گا۔ میں نے یہ اور وعدہ اندازہ کیا تو رونے لگی  
 اور کہا "جا چلا جا"۔ یہ سترین موقع تھا کہ مصعب بن عمیر اپنی ماں کو  
 دین کی دعوت پیش کرتے۔ انہوں نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے  
 دعوت پیش کرتے ہوئے کہا کہ پیاری ماں! میں میرا فیہ خواہ ہوں اور  
 میری غیر خواہی چاہوں تو اللہ اور اس کے رسول پر فیضان لے آئے مگر کہ  
 میں نے صاف انکار کرتے ہوئے کہا کہ چلیکے ہوئے پیاروں کی قسم میں  
 ہرگز میرے دین کو قبول نہیں کروں گی۔ جا میری خیروں سے دور ہو جا۔  
 وہ وہاں سے والیں نبی علیہ السلام کی خدمت میں آجاتے ہیں۔ آخر وہ  
 وقت آیا جب مشرکین کے ظلم و ستم سے لبریز آزاد مسلمانین کو اہل مدینہ کی  
 خواہش کے مطابق اسلام کے لئے سرگرمی کی طرف ہجرت کی اجازت  
 مرحمت فرمائی گئی۔ بخاری روایت کرتے ہیں کہ براء بن عازب نے فرمایا  
 کہ سب سے پہلے مصعب بن عمیر اور عبد اللہ بن ام مکتوم بھائیوں  
 (مدینہ) آئے۔ یہ لوگوں کو قرآن پڑھاتے تھے۔ پھر بلالؓ اور عمار بن  
 یاسرؓ آئے، ان کے بعد عمر بن خطابؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم  
 اصحاب کے ہمراہ آئے، ان کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔

مصعب بن عمیر جب ہجرت کر کے مدینہ آئے تو سعد بن معاذ  
 کے سہارا بنے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے  
 درمیان عقد موافقہ قائم کیا تو مصعب بن عمیر کا رجحان موافقہ میں رہا  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قائم کیا۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ  
 عنہ وہ صاحب فضیلت صحابی ہیں جنہیں اللہ کی راہ میں عین ہجرتوں کا

شرف حاصل ہوا۔ اور جب اللہ کے دین کے لئے جان کی بازی لگانے کا  
 وقت آیا، حق و باطل کا ٹکراؤ ہوا، اسلام اور کفر کا پہلا معرکہ پیش آیا  
 جس میں قربت دار اور نفرتی رشتہ باہم متعلق ہوئے اس وقت بھی اس  
 معرکہ اراتی میں مصعب بن عمیر اس شان سے شریک ہوئے کہ جنگ  
 بدر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سب سے بڑا تھپڑا انہی کے ہاتھ میں  
 تھا۔ جنگ بدر میں شرکت اتنی ایک اور فضیلت ہے۔ جنگ بدر کے  
 شرکاء کا اللہ کی نظر میں جو بلند مقام ہے وہ بخاری کی درج ذیل احادیث  
 میں بیان ہوا ہے۔

جبریل علیہ السلام نے پوچھا آپؐ مسلمانوں میں اہل بدر کا کیا  
 درجہ دیتے ہیں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بدر میں شرکت کرنے والے  
 تمام مسلمانوں سے افضل ہیں۔" (بخاری)

عاطب رضی اللہ عنہ کے سہارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی  
 اللہ عنہ سے فرمایا "کیا عاطب بدری صحابی نہیں ہیں؟ اور اللہ تعالیٰ نے  
 اہل بدر پر خاص توجہ کر کے فرمایا جو پیہو ٹھن کر دے، قرآن و احادیث  
 جنت واجب ہو گئی۔" (بخاری)

اس عرصے کی فضیلت کی یہ توجہ کچھ میں آتی ہے کہ اس  
 جنگ میں مسلمانوں نے اپنی بے سرو سامانی کے باوجود صرف اللہ کی مدد  
 اور نصرت کے بھروسے پر اپنے سے کئی گنا طاقت ور اور کثیر کثیر کاٹنے سے  
 لیس دشمن سے مقابلہ کیا اور ان سے قتال فی سبیل اللہ میں مرنے والی کوئی  
 پہچان نہ ہوئی چنانچہ صحابہ کرام نے اپنے ہاتھوں سے اپنے بھائیوں  
 کو قتل کیا اور یہ خون بہانا صرف اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے تھا۔  
 چنانچہ جنگ کے بعد حمہ بن ابی ٹکر نے جو اس وقت تک اسلام نہ لائے  
 تھے اپنے باپ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ بدر کے میدان میں  
 آپ کئی مرتبہ میری تلوار کی زوہں آئے مگر میں نے باپ کچھ کر چھوڑ  
 دیا۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹا اگر تو میری تلوار کی زوہں کرتا تو میں نے چھوڑ کر  
 اس جنگ میں قید ہو کر آئے ہوتے۔ مشرک دشمنوں کے متعلق بھی  
 مومنین کا یہی جذبہ تھا۔ چنانچہ عمر بن خطابؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم



کو بھی مشورہ دیا تھا کہ ہر قیدی کو اس کے رشتے دار کے حوالے کیا جائے اور وہ اسے قتل کرے۔ صحابہ کرام کے نزدیک ایمانی رشتہ خونی رشتوں پر مقدم تھا۔ اس کا اظہار مصعب بن عمیر کے اس اقدام سے بھی ہوتا ہے کہ جب ان کے بھائی ابو عزیز بن عمیر جنگ بدر میں قید ہو کر آئے اور ایک انصاری صحابی عمرہ کے حوالے ہوئے تو ان انصاری صحابی سے مصعب بن عمیر نے کہا کہ اس کے دونوں ہاتھ باندھ کر رکھو، اسکی ماں بہت مالدار ہے، اب بھاڑیہ لے گا، ابو عزیز نے مصعب بن عمیر سے کہا کہ اسے بھائی، میرے ساتھ تیرا یہ سلوک ہے، تو انہوں نے جواب دیا کہ تیرے بھائی عمرہ سیرا بھائی ہے۔ (حیات الصحابہ، جلد دوم، صفحہ ۲۵۳)

سے بھری میں جنگ بدر کی شکست کا داغ مٹانے کے لئے مشرکین مکہ زبردست تیاریاں کر کے جنگ کے لئے نکلے تو جنگ احد پیش آئی۔ مصعب بن عمیر اس جنگ میں بھی شریک ہوئے۔ اس جنگ میں بھی آپ کے ہاتھ میں تھنڈا تھا۔ اس جنگ میں بڑی پامردی سے لڑے یہاں تک کہ شہید ہوئے۔ جادو حق کے مسافر کی سی تو منزل قحی اور میدان حق کے شہسوار کو بھی مطلوب اور مقصود تھا۔

احمد کے شہداء کی اللہ کی نظر میں قدر و منزلت اور خصوصی عزایات قرآن و حدیث میں بیان ہوئی ہیں۔ فرمایا:

وَلَا تَحْزَنُوا الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَالُهُمْ وَأَبْنَاءُ  
عِنْدَ رَبِّهِمْ يَرْزُقُونَهُمْ فَرَّحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ  
إِنَّا عَمُّرَانِ ۝۱۳۹

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں انکو مرہم نہ گنجو اور تو حقیقت میں زندہ ہیں اور اپنے رب کے پاس رزق پا رہے ہیں۔ اور اللہ نے اپنے فضل سے جو انکو عطا کیا اس پر فرح و شادان ہیں۔

مردوں نے کہا کہ ہم نے عبداللہ بن مسعود سے قرآن کی اس آیت وَلَا تَحْزَنُوا الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَالُهُمْ وَأَبْنَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ يَرْزُقُونَهُمْ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہم لوگوں نے اس آیت کے بارے میں رسول اللہ سے

دریافت کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ شہداء کی روحیں سبز ہونے والے کالوں میں ہیں اور ان کے لئے قدوس عرض الہی سے نفی ہوئی ہیں۔ وہ جنت میں جہل چاہیں گھومتے پھرتے ہیں اور پیر میں قدوس میں آکر بیٹھ کر گزرتے ہیں۔ ان کی طرف ان کے رب نے جہنم اور ارشاد فرمایا کہ کسی اور چیز کی تمہیں خواہش ہے، شہداء نے جواب دیا کہ اب ہم کس چیز کی خواہش کر سکتے ہیں، جب خدا اصل یہ ہے کہ ہم جنت میں جہل چاہیں مرنے کو ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس طرح میں بدر ان سے دریافت کیا اور شہداء نے دیکھا کہ جب تک وہ کسی خواہش کا اظہار نہ کریں گے انکا لب ان سے برابر پوچھتا رہے گا تو انہوں نے کہا کہ مالک ہمارا تھا یہ ہے کہ ہماری رگوں کو چھ ہمارے جسموں میں والیں اور دیا جائے اور ہم دوسری مرتبہ تیری راہ میں شہید کئے جائیں۔ اب مالک لے لکھ لیا کہ انہیں کسی اور چیز کی خواہش نہیں ہے تو پھر ان سے پوچھنا چھوڑ دیا۔ (مسلم)

شہداء کے احمد کی تکفین و تدفین کا منظر بھی عجیب و دلگذاڑ ہے۔ اسلام سے قبل شاہانہ انداز سے زندگی بسر کرنے والے شہزادے مصعب بن عمیر کے بدن پر ایک ہی چادر تھی جو انکا کفن بنی، اور وہ بھی اتنی چھوٹی تھی کہ اس سے سر ڈھانپتے تو انکے پیر کھل جاتے اور پیر ڈھانپتے تو سر کھل جاتا۔ یہ دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سر کو ڈھانپ دو اور پھل پر اذخر گھاس دکھ کر دفن کر دو۔ پھر ایسا ہی کیا گیا۔ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دلوں میں مصعب بن عمیر کا بچہ احترام تھا اور وہ ان کو وقتاً فوقتاً یاد کر کے آبدیدہ ہو جایا کرتے تھے۔ اسی طرح کا ایک واقعہ بخاری میں مذکور ہے جس میں عشرہ مبشرہ میں شامل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دست راست کی حیثیت رکھنے والے عبدالرحمن بن عوف مصعب بن عمیر کو اپنے سے بستر جاتے ہیں۔

مصعب بن عمیر صبر و شہادت، ایثار و وفا اور عزم و استقلال کے بیکھر تھیں انکی زندگی بلاشبہ اس آیت کی تفسیر نظر آتی ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَشَدِيدُ الْعِقَابِ  
لَهُ لَهْمُ الْحَبْتِ ۝۱۴۰

اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے جنت کے مومن جان و دل کا



# قائد ہے روالہ دوارہ (بسم اللہ)

ترتیب: تشکیل الحسن  
منور سلطان، کمیشنر ارشد و عظام اللہ

اجتماع عام (صوبہ پنجاب)

پنجاب سطح پر منعقد ہونے والا یہ چوتھا اجتماع عام گزشتہ سال کی طرح اس دفعہ (۱۹۹۷ء میں) اپریل کی ۲ اور ۳ تاریخ کو ہوا۔ اجتماع مقام اجتماع اب کے مسجد توحید، توحید ٹکرا، کیر وال، ضلع جانیوال تھا۔ اس اجتماع میں پنجاب کے علامہ بلوچستان، سرحد و آزاد کشمیر اور سندھ بالخصوص کراچی سے بھی کافی ساتھیوں نے شرکت کی۔

۲ اپریل کو صلاۃ العصر کے بعد پنجاب کے امیر عظیم محمد رحمان صاحب نے سورہ ابراہیم کی آیات (۱۰ تا ۱۱) پر مشتمل درس قرآن دیا۔ اشراق و باقی کے وقفے کے بعد تقریباً آٹھ بجے صبح اس اجتماع کا باقاعدہ آغاز آزاد کشمیر کے امیر محمد آزاد خان صاحب کے افتتاحی کلمات سے ہوا۔ انہوں نے سورہ الصف کے دوسرے رکوع کی آیات (۱۰ تا ۱۱) کی روشنی میں اہل ایمان کی ذمہ داریوں کے قائل سے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کے عوض اہل ایمان کے ایمان و مال کا سودا کیا ہے (سورۃ التوبہ) لیکن یہ سودا اور اس سلسلے میں الگ الگ حصے زبانی جمع خرچ پر نہیں بلکہ صحیح معنوں میں ایمان کا تقاضا پورا کرنے یعنی اللہ کی راہ میں جان و مال کی قربانی سے مشروط ہے۔ اسی طرح ان آیات میں بھی اہل ایمان کو صحیح معنوں میں ایمان لانے اور اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کی تعلیم فرمائی گئی ہے اور پھر اللہ کی طرف سے مغفرت و جنت اور اسکی لازوال نعمتوں کے ساتھ عظیم کامیابی اور دنیا کی سرفرازی کی بشارت بھی دی گئی ہے۔ اس لئے کہ دنیا میں عام طور پر دعویدار اہل ایمان کا رویہ اور طریقہ عمل ایمان کے

خلاف ہی ہوتا ہے اور وہ ایمان کا تقاضا پورا کرنے یعنی کتب و سنت کی تعلیمات کی پیروی کے بجائے آیات اجداد، رسوم و رواج اور خواہشات نفس کے پیروکار ہوتے ہیں جبکہ اللہ کے نزدیک محض اسطرح کا، فوریہ ایمان نہیں بلکہ وہ مطلوب طریقہ عمل اور سیرت و کردار معیار اور قابل قبول ہوتا ہے جو ایمان لانے کے بعد اس کے تقاضے کے طور پر اختیار کیا جائے۔ جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کروا دکھایا جو ایمان کے سچے دعویدار اور کتب و سنت کی تعلیمات کا عملی نمونہ اور ان آیات کے اولین مخاطب تھے۔ پھر انکی پیروی میں نامعین و تبع تابعین کے اندر یہ رنگ پایا گیا، جبکہ انکے متابعین آج دعویدار اہل ایمان و اسلام قرآن وحدیث سے دوری کے سبب گمراہی کا شکار ہیں۔ چنانچہ انکے نزدیک انکے علماء و مشائخ کے مخطوطات اور تصنیف کے گمراہ کن فقرات زیادہ قابل پیروی ہیں۔ حاجۃ الناس کا مقصد یہ ہے کہ قلمبردارانہ و ادبی علماء و مشائخ کے سر پر رکھ کر خود کو بری الامور سمجھتے ہیں اور دوا پینے ان اندھے بہرہ کاروں سے اپنی خدشات کا بھرپور مصلحت وصول کر کے نالکھ اپنے گروہوں و فرقوں اور مسئلوں کے ساتھ جوڑ کر مطمئن ہیں کہ انکا کام بھی چل رہا ہے۔ اسطرح مجموعی طور پر بے حسی کا عالم یہ ہے کہ اپنی جگہ امت کی بددلی کے اعتراف کے باوجود اپنے فرقے یا مسلک کی حد تک خود کو مخلوط سمجھا جاتا ہے۔

اللہ کی کتاب اس طرز فکر و عمل کی تردید کرتی ہے اور ایمان کے دعویداروں کو صحیح معنوں میں اپنے ایمان کا جائزہ لینا اسکی قدر



بچانے اور اسکا تقاضا پورا کرنے کے لئے توجہ دلاتی ہے۔ آج کے ان حالات میں جن سے ہم دوچار ہیں، ایمان خالص کی دعوت پر لبیک کہہ کر اسکے ساتھ ہو جانا اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے لیکن یاد رہے کہ اسکی ذمہ داری بھی اسی طرح عظیم و گرانہار ہے۔ یہ ذمہ داری شہادت علی الخلیفہ یا الخیر بالمعروف اور علی الخیر بالمعصیہ کی ذمہ داری ہے۔ اس لئے اللہ سے کہتے ہوئے ہم کو پورا کرتے اور اس عظیم ذمہ داری سے ہمہ ہر آجوتے کے لئے ضروری ہے کہ اہل ایمان انفرادی اور اجتماعی سطح پر کتاب و سنت کی تعلیمات سے تعلق جوڑیں، ان پر عمل پیرا ہوں اور اس سلسلے میں تعلیم و تربیت کے مراحل سے گزریں۔

انہوں نے اسی حوالے سے شرکاء اجتماع کو اسکی ذمہ داری کا احساس دلاتے ہوئے بتایا کہ جس طرح انسانی زندگی کے لئے غذا ضروری ہے اور اس سے الگ نہ کر زندگی کا تصور ممکن نہیں، اسی طرح کتاب و سنت سے تعلق دین و ایمان کی بقا اور اس راہ میں استقامت کے لئے ضروری ہے۔ ان سے دوری اور لاپرواہی کا لازمی نتیجہ ہے دینی اور گمراہی ہے، جسکی صورت آج ہمارے سامنے روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ کتاب و سنت سے ہاتھ دھو کر تعلق ایمان والوں کے لئے اس راہ کا سوا ترین اختیار ہے۔ آج شاید اہل ایمان اسطرح کی شدید آزمائشوں سے دوچار نہ ہوں جو ابتدائی دور کے لوگوں کو پیش آئی تھیں، تاہم اس راہ کی آزمائشوں میں سے ہمارے لئے ایک بھی آزمائش یہ بھی ہے کہ ہمارا سابقہ فوری طور پر جس قوم سے ہے وہ اہل کتاب ہونے کے باوجود دینی تعلیمات سے یکسر جاہل نہیں۔ اس کے علماء و مشائخ و علماء دین نہ سکی، فن و بیداری میں چالاک و بہرہ ور۔

اس کا ایک وسیع حلقہ اثر ہے اور انکے بتلائی عقائد و نظریات کا ایک پیچیدہ نظام فکر و عمل ہے۔ چنانچہ ان سے مقابلہ کرنے کے لئے آپ کو قرآن و حدیث کی تعلیمات سے لیس ہونا پڑے گا اور ان سے جہاد دینی اور کنارہ کشی چالاکت تیز ہوگی۔ اس لئے اہل ایمان ساتھیوں کے پیش نظر یہ بات بہر حال رہنی چاہیے کہ انہیں اپنے آپ کو اس

کے لئے تیار کرنا ہے۔ اسطرح کے اجتماعات اور انکے اندر رہتے جانے والے پروگراموں کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ ساتھی ان میں حقوق و حقوق سے شریک ہوں، ان سے بھرپور استفادہ کریں اور پھر اپنی اپنی جگہ اسکی کوشش جاری رکھیں تاکہ یہ سلسلہ پھیلتا چلا جائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسکی بھرپور توفیق سے نوازے۔ آمین

افتتاحی کلمات کے بعد گمراہی کے نوجوان ساتھی خالد عزیز نے اصول تجوید کے سلسلے میں قرآنی حروف تہجی کے تدریس کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا اور شرکاء اجتماع کو اسکی مشق بھی کرائی۔

وقت کے بعد سرمد کے امیر عمر خطاب صاحب نے سورۃ البقرہ کی آیات ۲۵۶ و ۲۵۷ کے حوالے سے کفر باطاغوت کے موضوع پر خطاب کیا۔ انہوں نے قرآن و حدیث کی تعلیمات کی روشنی میں کفر باطاغوت کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے بتایا کہ قرآن میں مختلف انداز سے آٹھ مقامات پر طاغوت کا ذکر آیا ہے اور اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو اللہ اور اسکے بندوں کے درمیان حائل ہو جائے۔

اسطرح کہ اللہ کے مقابلے میں اسکی پوجا پاٹ ہونے لگے یا اللہ کے مقابلے میں اس کے وقار کا بھی لگاؤ و خیال رکھا جانے لگے۔ کفر باطاغوت یا رو طاغوت کی اہمیت کے سلسلے میں انہوں نے بیان کیا کہ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ کے نزدیک اسکے بغیر کسی کا ایمان صحیح نہیں قرار پاتا (فمن یحکم بالطاغوت)۔

البقرہ ۲۵۶ اور یہ کہ طاغوت سے اجتناب تمام ایمان عظیم السلام کی دعوت کا لازمی جزو رہا ہے (و لعلکم تعقلوا)۔

رسولاً ان یعبودوا اللہ و یحسبوا اللطاغوت۔ النحل ۳۶۔

اس کے بعد شرکاء اجتماع کے درمیان تعارفی نشست ہوئی جس میں ساتھیوں نے مختصر انداز میں اپنا اپنا تعارف پیش کیا۔ باقی تعارف کے بعد نظم القرآن کا پروگرام ہوا جس میں جس میں سنت و دراستے کی چھ تقریریں ہوئیں۔ نظم القرآن کی تقریر کا موضوع سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۸، کیف نکفون لہ و کف لہو لہ۔ (ایضاً تعقی)



مختلف حلقوں سے تعلق رکھنے والے چھ ساتھیوں نے مذکورہ موضوع پر تقاریر کیں جن میں سے بہتر کارکردگی کے اعتبار سے محمد شہیر اکبر والہ، عال کراچی، اکو اول، محمد حسین (جویرا) اکو دوم اور عبداللہ عمر (خوشنویس) سرحد اکو سوم قرار دیا گیا۔

صلو ۶: العصر کے بعد کراچی کے سعید احمد صاحب نے فقہ انکار حدیث کے سلسلے میں رفیع عیسیٰ علیہ السلام کے موضوع پر تقریر کی۔ انہوں نے قرآن و حدیث کے متعدد حوالوں سے اس بات کی وضاحت کی کہ یہودی و نصاریٰ کی طرف سے قتل و صلیب کے عہدوں کی تردید میں کتاب و سنت کا حقیقی طریقہ موقف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمانوں پر اٹھایا تھا اور اب وہ قرب قیامت کی نقاب کشائی کے طور پر نازل ہونگے۔ جبکہ منکرین حدیث اور قادیانی بھی یہودی و نصاریٰ کی طرف پر کج علیہ السلام کی وفات کے بارے میں ایک ہی نظریہ رکھتے ہیں جو ان کے مخصوص عقائد کی عکاسی کرتا ہے۔ مرزا قادیانی نے قرآن و حدیث کے انکار پر مبنی عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے نظریے کی آڑ میں خود مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کر کے ختم نبوت کے خلاف اپنی نبوت کا اعلان کیا ہے جبکہ منکرین حدیث اس طرح کے مسائل انکار حدیث کی اہمیت کو گھٹانے بلکہ ختم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں تاکہ اللہ کی کتاب کو حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدہ کر کے محض لغت اور من بانی خدایات کا تحفہ مشق بنادیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے قرآنی تعلیمات کے خلاف اسوۂ رسول کی پیروی کے مقابلے میں مرکز ملت کا تصور پیش کیا ہے کہ مرکز ملت کا فیصلہ سب کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ انہوں نے اس حوالے سے شرکاء اجتماع کو اس بات کا احساس دلایا کہ دعوت کے میدان میں بالخصوص اس طرح کے فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے آپ کو کتاب و سنت کی تعلیمات سے آراستہ و ہم آہنگ کرنا دقت کی اہم ضرورت ہے۔

صلو ۷: المغرب کے بعد مرکزی شوریٰ کے رکن محمدی گل

صاحب نے سورۃ الاحراق کی آیات ۱۵ تا ۱۷ کے حوالے سے خطاب کیا جسکو بڑی توجہ سے سنا گیا۔ انہوں نے مذکورہ آیات کی روشنی میں انسانی معاشرے کے ایک ایسے کردار کے عہدہ خالی کو واضح کیا جسکو اللہ نے اپنی کتاب کی آیات یعنی علم دین سے نوازا لیکن وہ اس پر عمل پیرا ہو کر اللہ کا برگزیدہ بننے کے بجائے شیطان کے وار سے گھائل ہو کر دنیا کی طرف جھک پڑتا ہے۔ عقائد و دنیا اور خواہش نفس کا یہ حاربین کر بہت سی گھٹیا طرز عمل اختیار کرتا ہے۔ لوگوں کو اللہ کی بندگی کی طرف رہنمائی کرنے کے بجائے انکو اپنا پیروکار اور سرپرست یا غلام بناتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس خصوصی کردار اور اسکی پیروی اختیار کر کے اپنی کتاب کی آیات کو، گھٹانے والوں کو "کے" سے تشبیہ و تکرار ایک بری مثال کے ذریعے اظہارِ ناپسندیدگی فرمایا ہے اور انکو لوگوں کے سامنے بیان کرنے کی تعلیم فرمائی ہے تاکہ وہ عبرت چکڑیں اور اپنی اصلاح کی فکر کریں۔

۳۔ اپریل کو صلو ۶: فجر کے بعد سرگودھا کے ناظم مسٹر عبدالعزیز صاحب نے سورۃ الانبیاء کی آیات ۲۱، ۲۲ اور ۲۳ پر مشتمل درس قرآن دیا اور متعلقہ سورۃ کے مآثر میں انبیاء علیہم السلام کی دعوت و حجت کی حقیقت اور انکے مقابلے میں شرکاء اجتماع کے ہونے پر اصرار کیا۔

اشراف و دانش کے وقفے کے بعد کراچی کے ساتھی و سرکاری شوریٰ کے رکن یعقوب علی صاحب نے مطالعہ حدیث کے سلسلے میں حدیث کی اہمیت اور حدیث کو وضاحت سے بیان کیا۔ انہوں نے معتزلہ سے لیکر آج کے منکرین حدیث تک حدیث کی حقیقت کا انکار کرنے والوں سے شرکاء اجتماع کو روکنا اور قرآن و حدیث کے متعدد حوالوں سے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور حجت دین ثابت کرتے ہوئے حدیث کے سلسلے میں منکرین حدیث کے اعتراضات کو رد کیا اور بتایا کہ حدیث کا انکار کرنے والے دراصل قرآن کے منکر ہیں۔ بعد ازاں مطالعہ حدیث کے تعلق



سے اس پروگرام پر تبصرہ کرتے ہوئے امیر تنظیم نے حاضرین کو اس موضوع کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی اور بتایا کہ اللہ کا دین انسان کو اللہ کا بندہ بناتا ہے۔ اسے بے قید نہیں چھوڑتا بلکہ قرآن و حدیث کی تعلیمات کا پابند بناتا ہے۔ فقہ انکار حدیث و دراصل اللہ کے دین سے دور کرنے کا ایک حربہ ہے۔ اطاعت کے طریقے سے آزادی کا مطلب ارکان اسلام اور بالآخر دین اسلام کا تھامہ ہے۔ چنانچہ پرانے اور نئے مفکرین حدیث کا مقصد یہی ہے۔ آج کے منکرین حدیث میں علماء دین کے روپ میں ذہنی مرعوبیت کا شکار ایک مؤثر گروہ سرگرم عمل ہے جس نے اپنی کتابوں میں مستند ترین مجموعہ حدیث صحیح بخاری کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ اسی طرح نقد القرآن کے نام سے کتابیں لکھ کر حدیث کی اہمیت کو گھٹانے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ اس لئے اس موضوع کی اہمیت کو سمجھنا ہے۔ حدیث اور اصول حدیث سے واقفیت وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اس لئے کہ ہمارا مقصد ان فقہ انگیزیوں کے مقابلے میں قرآن و حدیث کے دین کو لوگوں تک پہنچانا ہے۔

مطالعہ حدیث کے پروگرام کے بعد کئیں (ار ارشد صاحب نے سورۃ الجادہ کے آخری رکوع کی آیات کی روشنی میں منافقہ صفات کے حامل حزب الشیطان اور مومنہ گروہ کے حامل حزب اللہ کے درمیان فرق و امتیاز کو واضح کیا۔ بعد ازاں جوہر آباد کے ناظم قیاض محمود صاحب نے سورۃ البقرہ کی آیت دس اللہ من رخصہ من دونہ لہ لعلہ یحیونہم کعب لہ... کے حوالے سے تقریر کرتے ہوئے قرآن کی متعدد آیات کی روشنی میں بیان کیا کہ انسانوں کی اکثریت نے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے احسانات اور انکی نعمتوں کو فراموش کیا اور اللہ کے مقابلے میں مخلوق کی محبت و عقیدت میں غلو کر کے (سکو اللہ کا بندہ، ساتھی اور شریک ٹھہرایا ہے۔ اللہ کے وقار کے مقابلے میں مخلوق کے وقار کو ترجیح دی ہے اور اس طرح اللہ کی بندگی کے مقابلے میں مخلوق کی پوجا پاٹ کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جسے اللہ نے انسانوں

کو ہر طرح کے شرک سے اجتناب کرتے ہوئے حاصل اپنی بندگی کی تعلیم فرمائی ہے۔

آخر میں داہ (راولپنڈی) کے ساتھی محمد اعظم خان نے سورۃ الفرقان کے آخری رکوع کی آیات کی روشنی میں دھن کے بندوں کی صفات کو تفصیل سے بیان کیا۔ جس کے بعد امیر تنظیم کے اختتامی کلمات پر یہ دورہ اجتماع عام اختتام پذیر ہوا۔ انہوں نے سورۃ آل عمران کے آخری رکوع کی آیات کے حوالے سے شرکاء اجتماع کو اللہ کی عطا کردہ بامقصد زندگی کے تقاضوں سے صحیح معنوں میں عہدہ برآ ہونے کے لئے اپنے اندر احساس ذمہ داری کو اجاگر کرنے کی تلقین کی اور اس طرح کے اجتماعات سے نفع و منفعہ اور بھرپور توجہ کے ساتھ استفادہ کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔

### امیر تنظیم کا دورہ پنجاب

اس دس روزہ (۱۵ تا ۲۴ مئی ۱۹۹۶ء) دورے کے سلسلے میں امیر تنظیم محترم محمد ضیف صاحب ۳۰ مئی کو صلوٰۃ الجمر کے بعد گراچی سے آٹھ ساتھیوں کے ہمراہ بدوینہ ونگن روانہ ہو کر رات دس بجے ترمذہ (ضلع رحیم یار خان) پہنچے، جہاں سے امیر پنجاب حکیم محمد رمضان صاحب کو ساتھ لیکر دورے کا آغاز ہوتا تھا۔ یہ دورہ ترمذہ، بہاولپور، چک غمبر، ساکڑا، حاصل پور، ریکشن خاں، ہیڈ سلیمائی، قصور، عبداللہ والہ (سہیوال)، فیصل آباد، جھنگ، بہاول، کھٹواں، ہستی جوئیاں، جوہر آباد، گندیاں، میانوالی، ڈیرہ اسماعیل خان، دریا خان، لیہ، کوٹہ لٹاری اور مظفر گڑھ کے علاوہ سندھ میں اوپارو اور نیو سعید آباد کے علاقوں پر مشتمل تھا۔ اس دورے کے دوران مذکورہ علاقوں میں واقع مساجد اور مراکز میں مقامی ساتھیوں سے رابطہ و ملاقات اور باہمی تعارف و مشورت کے علاوہ درس قرآن اور سوال و جواب کے پروگرام ہوئے اور بعض مقامات پر مثلاً فیصل آباد شہر کے ایک حصے کھٹواں (نورپور تحصیل) میں مقامی طور پر لوگوں کے



سلسلہ دعوت الی اللہ بھی پیش کی گئی۔ دوران سفر پنجاب کے دوسرے علاقوں سے بھی چیدہ چیدہ ساتھی امیر تنظیم کے قافلے میں شامل ہو کر مختلف مقامات پر پروگراموں میں شریک ہوتے رہے۔

اتر پردیس میں دور میں قرآن اور دعوت الی اللہ کی تہذیب کے سلسلے میں امیر پنجاب، کراچی سے مرکزی شوریٰ کے رکن محمد افضل صاحب، عبد الغفار صاحب اور سعید احمد صاحب، آزاد کشمیر کے امیر محمد آزاد خان صاحب، خانیوال کے عالم ماسٹر سر فراز صاحب اور ملتان سے کنیٹن (ارالو شد صاحب نے امیر تنظیم کی مہمونت کی۔ اس سلسلے کا آخری پروگرام شہر میں نیو سعید آباد کے مقام پر ہوا جہاں ہاشم آباد اور محمود آباد کراچی کے ساتھی پہلے پہنچ کر مقامی طور پر لوگوں کے سامنے دعوت الی اللہ بھی پیش کر چکے تھے۔ صلوات العصر کے بعد عبد الغفار صاحب نے درمیں قرآن دیا اور امیر تنظیم نے حاضرین کے سوالوں کے جواب دے جس کے بعد وہاں کڑی کپڑے روانہ ہوئی۔

### دورہ بلوچستان اور دعوت الی اللہ

ستمبر ۱۹۷۷ء میں عین دورہ دعوت الی اللہ کے پروگرام کے دوران بلوچستان کے مختلف علاقوں (کرکئی، لورالائی، قلعہ سیف اللہ، مسلم پور، کپلک، کوئٹہ اور زیارت ابن تہاد) کے علاوہ دعوتی لٹریچر بھی تقسیم کیا گیا تھا۔ چنانچہ جون ۱۹۷۷ء میں اس کے اعادے کے لئے کراچی سے چند ساتھی اجن میں مرکزی شوریٰ کے ارکان محمد علی گل صاحب اور محمد افضل خان صاحب بھی شامل تھے اور امیر پنجاب حکیم محمد رمضان صاحب کے ہمراہ پنجاب اور بلوچستان کے مکس میں ساتھی کوئٹہ پہنچے۔ جنہوں نے ۲۵ جون کو کوئٹہ، زیارت اور اسکے درمیان ایک دو مقامات کے علاوہ مستونگ میں لوگوں کے سامنے دعوت الی اللہ پیش کی اور شرک کی ہلاکت نبی کو واضح کرتے ہوئے اس سے بچنے کی تلقین کی اور ساتھ ہی ساتھ دعوتی لٹریچر کافی تعداد میں تقسیم کیا گیا۔

بلوچستان میں دعوت الی اللہ کے اعادے اور انکو مزید آگے بڑھانے کے سلسلے میں پھر اگست ۱۹۷۷ء میں امیر تنظیم محمد ضیف صاحب کے

دوسرے پروگرام ترتیب دیا گیا۔ چنانچہ ۱۰ اگست کو امیر تنظیم کراچی سے چند ساتھیوں کے ہمراہ روانہ ہو کر لیاقت پور سے امیر پنجاب سمیت ترنڈہ (رحیم یار خان) کے ساتھیوں اور مسجد توحید ذریعہ فائز خان میں جمع ہونے والے پنجاب کے کچھ اور ساتھیوں کو لینے ہوئے ۱۱ اگست کو مغرب سے قبل بلوچستان کے مرکز واقع ہستی کوڑی (ضلع بارکھان) پہنچ گئے۔ جہاں صلوات المغرب کے بعد پہلے امیر تنظیم نے سورۃ البقرہ کے عیسے رکوع کی آیات کے حوالے سے مختصر خطاب کیا پھر صوبہ پنجاب کے امیر حکیم محمد رمضان صاحب نے کفر باطلہ طوٹ کے موضوع پر تقریر کی اور کتاب وسنت کے حوالوں کی روشنی میں طاغوت کے مفہوم کو واضح کرتے ہوئے بتایا کہ طاغوت کا تفریاد اللہ کی بارگاہیں ایمان کی قبولیت کے لئے لازمی شرط ہے۔ حکیم صاحب کی تقریر کے بعد امیر تنظیم نے حاضرین کے سوالوں کے جواب دے۔

۱۲ اگست کو صلوات الفجر کے بعد ضلع خانیوال کے ہاشم آباد سر فراز صاحب نے سورۃ التوبہ کی آیات کے حوالے سے درمیں قرآن دیا۔ اشراق دہشتے سے خارج ہونے کے بعد تقریباً آٹھ بجے صبح کراچی، پنجاب اور بلوچستان کے ساتھیوں پر مشتمل قافلہ امیر تنظیم کی معیت میں دعوت الی اللہ کے لئے مرقا گزینی روانہ ہوا۔ عصر و مغرب کے درمیان کراچی کے لوہان ساتھی افضل خان نے سرگازینی کے لوگوں کے سامنے پشتو زبان میں الہ واحد کی بندگی کی دعوت پیش کی جس کے بعد دعوتی لٹریچر بھی تقسیم کیا گیا۔ سرگازینی میں دعوت الی اللہ سے فارغ ہو کر ٹوبہ کی طرف روانہ ہوئی اور رات کو ایک بجے ٹوبہ پہنچ کر ایک مسجد میں قیام کیا۔ اگلے روز یعنی ۱۴ اگست کو تقریباً آٹھ بجے صبح سے ٹوبہ شہر کے بازاروں میں دو گھنٹے تک دعوت الی اللہ کا پروگرام ہوا جس کے دوران کراچی کے ساتھیوں شرافت اللہ صاحب، بخت نواب صاحب اور افضل خان صاحب نے پشتو زبان میں لوگوں کے سامنے شرک سے بچنے ہوئے اللہ کی بندگی اور آخرت کے بلوے پر مشتمل دعوت پیش کی اور پورے شہر میں دعوتی لٹریچر تقسیم کیا گیا۔ بعد ازاں ٹوبہ شہر میں کھانا کھا کر



قلعہ سیف اللہ کی طرف روانگی ہوئی۔ صبح کے قریب قلعہ سیف اللہ پہنچ کر کراچی کے شرافت اللہ صاحب نے پشتوں میں عقائد کی اصلاح پر مبنی دعوت الی اللہ فتن کی اور ملائی طور پر دعوتی شہرچہ بھی تقسیم کیا گیا۔ قلعہ سیف اللہ میں دعوت الی اللہ کی تکمیل پر امیر تنظیم کے درجہ بلوچستان اور دعوت الی اللہ کا یہ عین روزہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ جس کے بعد ساتھیوں نے عصر و عصر کی صلاۃ ایک ساتھ ادا کی اور پھر واپس روانہ ہو گئے۔

## سالانہ تربیتی اجتماع برائے طلبہ و نوجوانان

حسب سابق طلبہ اور نوجوانوں کا یہ اجتماع پانچیس کے سالانہ تربیتی اجتماع سے ایک روز قبل ۳۰ اکتوبر ۱۹۹۰ء بروز اتوار مسجد توحید ڈیرہ چدیرہ اسرگودھا میں منعقد ہوا۔ اس اجتماع میں شرکت کے لئے پنجاب اور سندھ کے مختلف علاقوں (مشمول کراچی) کے علاوہ صوبہ سرحد سے بھی طلبہ اور نوجوان ساتھی ۴ اکتوبر کی رات تک اجتماع گاہ میں پہنچ گئے۔ عصر ۳ اکتوبر کو صلاۃ الفجر کے بعد ناظم طلبہ و نوجوانان پاکستان خالد محمود بخاری صاحب نے سورۃ الاحزاب کی آیت ”لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ“ کے حوالے سے درس قرآن و حدیث دیا۔ جس میں انہوں نے دعوت توحید کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لینے ہوئے طریقہ کار کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اختیار کرنے پر زور دیا۔ انہوں نے اس سلسلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ دعوت اور اخلاقی حسن کی کتاب و سنت کی تعلیمات کی روشنی میں وضاحت کی اور عزوۃ احد کے واقعات کے حوالے سے صحابہ کرام کی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور جزیہ الطاعت رسول کی مثالیں بیان کرتے ہوئے نوجوان ساتھیوں کو صحابہ کرام کی طرف سے سنت رسول سے محبت اور اس کے ساتھ مخلصانہ تعلق جوڑنے کی تلقین کی۔ اشراق و عاشق کے وقفے کے بعد نوجوانوں کے اس اجتماع کا باقاعدہ آغاز صلیح سرگودھا کے ناظم ماسٹر عبدالعزیز کے افتتاحی کلمات سے ہوا۔ انہوں نے سورۃ الرحمن کی ابتدائی چار آیات کے حوالے سے

انسانیت پر اللہ تعالیٰ کے احسانات کا ذکر کیا اور صحابہ کرامؓ بالخصوص مصعب بن عمیرؓ اور غیب بن اللاتؓ کی مثالیں دیتے ہوئے نوجوان ساتھیوں کو اپنی امتوں اور خواہشات کو کعب و سنت کے تابع کرنے کی تلقین کی۔ اس کے بعد کتاچہ ”یہ مزار یہ میلے“ سے تحریری امتحان ہوا۔ تحریری امتحان میں سعد لینے والے طلبہ و نوجوانوں میں کراچی کے محمد شہیر اول، عبدالرؤف دوم اور ساگھر کے غلام اللہ سوم رہے۔

قسم القرآن کے پروگرام کے تحت سورۃ العنکبوت کی آیت ”والذین جاهدوا فینا لنہدینہم مسلنا“ کے حوالے سے ہونے والی تقاریر میں کراچی سے تعلق رکھنے والے عین نوجوانوں عبدالرؤف، آصف علی خان اور محمد شہیر نے باہر تہیب علی اور سری اور ٹیسری پوزیشن حاصل کی۔ بعد ازاں کچن (ادارہ صاحب نے سورۃ النجم کی آیت ”هو الذی ارسل رسولہ بالہدی و بین الحق“ پر مشتمل درس قرآن دیا۔ اور شرکاء اجتماع کو بتایا کہ طلبہ وین حق کا قرآنی تصور یہ ہے کہ طاقت سے مکمل طور پر اجنباب کرتے ہوئے فقہ اللہ کی ہدایت کی دعوت کو اٹھا کر اس راہ میں استقامت اختیار کی جائے۔ کتاب و سنت کی تعلیمات اسی بات کی طرف رہنمائی کرتی ہیں جبکہ مسمو بیت کی بازیگری یا کسی اور ہنگامی طریقے سے اسلام نافذ کرنے کا خیال شخص دھوکہ اور قرآن و سنت کے خلاف ہے۔

صلوۃ الفجر کے وقفے کے بعد نوجوانوں کے درمیان قرآن و حدیث پر مبنی مظلومانی مقابلہ ہوا جس میں مرحلہ وار سوالات کے جواب دیتے ہوئے انور کے مزار لطیف بہت اول، کراچی کے محمد شہیر دوم اور عبدالرؤف سوم رہے۔ صلوۃ العصر کے بعد باہمی تعارف کی نشست ہوئی جس میں نوجوان ساتھیوں نے باری باری اپنے تعارف پیش کیا اور اس کے ساتھ ہی یہ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔ صلوۃ المغرب کے بعد طلبہ ناظمین کی شوری کا اجلاس ہوا۔

## کل پاکستان تربیتی اجتماع برائے ناظمین

گزشتہ دو سالوں کی طرح اکتوبر ۱۹۹۰ء کا یہ اجتماع ناظمین بھی



مسجد توحید و تہجد (سرگودھا) میں منعقد ہوا۔ جس میں سرحد و آزاد کشمیر، بلوچستان، سندھ (بشمول کراچی) اور پنجاب کے مختلف علاقوں سے ناظمین و نائب ناظمین اور چیدہ و چیدہ ساتھیوں نے شرکت کی۔ دور دراز سے آیا والے ساتھیوں کی اکثریت ۳۰ اکتوبر کی رات تک اجتماع گاہ میں ٹھہر گئی تھی جبکہ قرب و جوار کے علاقوں سے قلعن، کھنہ والے ساتھی ۳۰ اکتوبر کی صبح کو پہنچے۔ تاہم اس وفد خلاف معمول بہت ہی نمایاں کمی ساتھی بزرگ ساتھی اور شفیق مہربان اللہ یار گیارہ مرحوم کی عدم موجودگی تھی جسے سب ہی محسوس کرتے رہے۔

۳۰ اکتوبر کو صلاۃ النحر کے بعد سرگودھا کے ناظم ماسٹر محمد الہوج صاحب نے سورۃ النحر کی آیات ”قالت الاعراب امنا“ واللہ بصیر بما تعملون“ پر مشتمل دس قرائن دیا۔ انہوں نے مذکورہ آیات کے حوالے سے ایمان اور اسلام کے فرق کو واضح کرتے ہوئے بیان کیا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان کی صداقت کا معیار یہ ہے کہ اس حقیقت کو شعوری طور پر قبول کرنے والے پھر کسی قسم کے شک میں نہ پڑیں اور انہیں اپنے اس فیصلے پر کبھی ہچکچاہٹ نہ ہو۔ بلکہ وہ پورے اعتماد و اخلاص کے ساتھ اللہ کی راہ میں جان و مال کی قربانی پیش کر کے اپنے ایمان کی گواہی دینے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ انہی کے ایمان کی تصدیق فرمائے گا تاہم وہ ان کے مقابلے میں مختصر غلبہ دین سے محتاط ہو کر اطاعت اختیار کرنے والوں کی بھی حوصلہ افزائی فرماتا ہے کہ اگر وہ اخلاص کے ساتھ اطاعت کی روٹی پر قائم رہے تو انہیں اس راہ میں آگے بڑھنے کی توفیق ملے گی اور اس طرح ان کے اعمال میں سے کچھ بھی ضائع نہیں ہوگا۔

اشراف و تاج سے فارغ ہونے کے بعد تقریباً آٹھ بجے اس اجتماع کا باقاعدہ آغاز امیر تنظیم کے اختتامی کلمات سے ہوا۔ انہوں نے سورۃ الاحرف کے ایک سو بیس رکوع کی آیات کی روشنی میں اقامت و دعوت دین کے قلعن سے بنی اسرائیل کی غیر ذمہ دارانہ روش کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ اسکی پاداش میں وہ صرف اس منصب سے معزول

کروائے گئے بلکہ بدترین عذاب سے بھی دوچار ہونے لگے چنانچہ اس میں منظر میں انہوں نے کجوب و سنت کے حوالوں کے ذریعے شرکاء اجتماع کو اپنی دینی ذمہ داریوں کا احساس دلانے ہوئے کہا تھا ان سے عہدہ بردار ہونے کی طرف توجہ دلائی۔ امیر تنظیم نے دور دراز سے سفر کر کے آنے والے ساتھیوں اور بالخصوص ناظمین کو اس بات کا احساس دلایا کہ ہمارے سامنے اس طرح کے تاریخی اجتماعات میں شرکت کیلئے آنے کا مقصد پوری طرح واضح ہو چکا ہے۔ تاکہ ان اجتماعات میں پورے جذبہ، ذوق و شوق اور احساس ذمہ داری کے ساتھ شرکت کریں۔ انہوں نے شرکاء اجتماع کو حقین کی کہ جن روز بھر پور مشقت اٹھا کر سیکھنے کے جذبے اور ارادے سے آئیں۔ اجتماع کے دوران مختلف موضوعات پر ہونے والی تقاریر اور تعلیمی پروگراموں سے پوری طرح استفادہ کریں۔ اپنی کوتاہیوں اور کمزوریوں پر نظر رکھتے ہوئے اپنی اصلاح کی کوشش کریں۔ دوران اجتماع نظم و ضبط، بھائیوں کے لئے ایثار اور مہربان ساتھیوں سے تعاون کا خیال رکھیں۔ یہاں سے سیکھ کر اپنے اپنے مراکز میں جا کر اسی طرح کے پروگراموں کے ذریعے مقامی ساتھیوں کی تربیت کی کوشش کریں۔ امیر تنظیم نے اس موقع پر مقامی بزرگ ساتھی مرحوم اللہ یار گیارہ کا خصوصی طور پر ذکر کیا کہ انکی دلچسپی، غلو میں اور ایثار کی وجہ سے آج یہ بھیرا اجتماع مسلسل اس مرکز میں ہو رہا ہے۔ وہ مجاہد صفت انسان، ہمیشہ غلو میں اور محبت سے ساتھیوں کا استقبال کرنے والا راتوں کو جاگ کر ساتھیوں کے آرام اور ضروریات کا خیال رکھنے والا آج ہمارے اندر موجود نہیں۔ انکی کمی شدت کے ساتھ غم میں ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ انکی محنت اپنے دین کے ساتھ تخلص تعلق اور اس راہ میں انکے ایثار کا پھر پورا اجر و ثواب عطا فرمائے۔ امین

امیر تنظیم کے اختتامی کلمات کے بعد راولپنڈی کے ساتھی غلیل الرحمن نے تجوید کے بنیادی اصول بیان کئے اور پھر اپنی روشنی میں ساتھیوں کو سورۃ الفاتحہ اور دو سو تری ہفتہ سو تلوں کی قرائت کی مشق کرائی۔



تفصیل کے بعد، رفیع یحییٰ اور مسطیٰ عمر کے عنوانات پر مشتمل تقریری اسٹاکن ہوا۔ جس میں زیادہ تر نوجوان، ساتھیوں نے شرکت کی۔ اس اجلاس میں کارکردگی کے لحاظ سے گیمپن (ارارشد) نے نمبر حاصل کر کے اڈل پوزیشن لی جبکہ کراچی کے نوجوان ساتھی عبدالرؤف نے ۶۸ اور سانگھڑ کے ساتھی نظام اللہ نے ۳۳ نمبر لیکر بالترتیب دوسری اور تیسری پوزیشن حاصل کی۔

تقریری اسٹاکن کے بعد دلاور اولپنڈی اسکے ساتھی محمد عظیم خان نے سورۃ النحل کی آیت ”ادعوا الی سبیل ربکم بالحکمة والموعظۃ الحسنۃ“ کے حوالے سے دعوت وین کے تعلق سے ضابطہ اخلاق پر تقریر کی اور قرآن و حدیث کے متعدد حوالوں سے دعوت و تبلیغ کی اہمیت اور اسکے طریق کار کو واضح کیا۔

صلوٰۃ اللہ کے بعد سرگودھا کے ناظم ماسٹر عبدالعزیز صاحب نے عربی تعلیم کے سلسلے میں معلم عربی کے حصہ اول و دوم کے امتحان کا اعادہ کرایا۔ صلوٰۃ العصر کے بعد سرحد کے امیر عمر خطاب صاحب کے زیر قیادت باہمی تعارف کی نشست ہوئی، جس میں ساتھیوں نے باری باری اپنا تعارف پیش کیا۔

صلوٰۃ المغرب کے بعد خانیوال کے ناظم ماسٹر سر فرخ صاحب نے سورۃ الاعراف کی آیات ۳۱، ۳۲ کے حوالے سے تقریر کی اور بیان کیا کہ انسان کی پیدائش کی ابتداء آدم علیہ السلام سے ہوئی جبکہ نسل انسانی میں دعوت و تبلیغ کا آغاز نوح علیہ السلام کے دور سے ہوا۔ انہوں نے مذکورہ آیات کی روشنی میں نوح علیہ السلام کی دعوت کے حوالے سے تفسیر انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا احاطہ کرتے ہوئے یہاں کہ اللہ کے بہتے رحموں نے یکساں طور پر انسانوں کے سامنے طاغوت سے خطاب کر کے اللہ و وحدہ لا شریک کی بندگی کی دعوت پیش کی۔ انہوں نے آج کی نفس کے دلائل پر مبنی متعدد آیات قرآنی کے حوالوں سے اللہ تعالیٰ کی وحدیت و وحدہ کے تصور کو واضح کیا۔

صلوٰۃ العشاء کے بعد امیر تنظیم نے حاضرین کے سوالوں کے

جواب دئے۔

۱۵ اکتوبر کو صلوٰۃ الفجر کے بعد پنجاب کے امیر حکیم محمد رمضان صاحب نے سورۃ التوبہ کی آیت ”ان اللہ یختص من المومنین انفسہم و امیر الہم بان لہم الحسنۃ“ کے حوالے سے التفات فی سبیل اللہ کے موضوع پر درس قرآن دیا اور قرآن و حدیث کے متعدد حوالوں سے موضوع کی اہمیت اور اسی سلسلے میں اہل ایمان کی ذمہ داریوں پر روشنی ڈالی۔

اشراق دماغی کے بعد، ماسٹر عبدالعزیز صاحب نے عربی تعلیم کے سلسلے میں معلم عربی حصہ دوم کے سبق کی وضاحت کی۔

اسکے بعد قسم القرآن کے سلسلے میں سورۃ الزمر کی آیت ”لکم میت و انہم صیون“ کے حوالے سے میں سنٹ کے دورانے پر مشتمل چھ تقاریر ہوئیں۔ جس میں سب نوجوان ساتھیوں نے حصہ لیا۔ سچ صاحبان کے فیصلے کے مطابق کراچی کے ساتھی عبدالرؤف نے اول، نوشہری صاحب مرحوم کے زاہد خیانت نے دوسری اور راولپنڈی کے طاہر محمود نے تیسری پوزیشن حاصل کی۔

قسم القرآن کے پروگرام کے بعد فقہ انکار حدیث کے تعلق سے رفیع یحییٰ کے موضوع پر پہلے کراچی کے ساتھی سعید احمد صاحب نے تقریر کی جس میں موضوع کے پس منظر اور معتزلین کے دلائل کا کتب و سنت کی روشنی میں جائزہ لیتے ہوئے ان کے بڑے پن کی وضاحت کی گئی۔ اس کے بعد شیخ یعقوب علی صاحب اور سعید احمد صاحب نے مشترکہ طور پر موضوع سے متعلق سامعین کے سوالوں کے جواب دئے۔

صلوٰۃ اللہ کے وقفے کے بعد گیمپن (ارارشد) اور فیاض محمد صاحب کے زیر نگرانی دعوت الی اللہ کے سلسلے میں پندرہ سنٹ دورانے کی چھ مشقی تقاریر ہوئیں۔ جن میں کارکردگی کے اعتبار سے بلوچستان کے عبدالقادر صاحب اڈل، کراچی کے طاہر مجمل دوم اور فیصل آباد کے رفعت سوم رہے۔ جبکہ اس دورانے میں امیر تنظیم کے



زبح صداقت پاکستان شوری کی سٹینک ہوئی۔

صلوٰۃ العصر کے بعد اصول حدیث کے اسباق کے اعادے کے سلسلے میں مختصر وضاحت کے ساتھ ان اسباق پر مشتمل فوٹو کاپیاں ساتھیوں میں تقسیم کی گئیں تاکہ وہ اپنے طور پر انکا مطالعہ کر کے تیاری کریں۔

صلوٰۃ المغرب کے بعد امیر تنظیم نے سورۃ الاحزاب کی آیت ”من المؤمنین رجال صدقوا ما عاهدوا اللہ علیہ“ کے حوالے سے تقریر کی۔ جس میں قرآن وحدیث کے حوالوں کی مدد سے اللہ کی راہ میں صحابہ کرام کی قربانیوں پر مشتمل دونوں کو گماہنے والے واقعات کو تفصیل سے بیان کیا گیا اور بتایا گیا کہ کس طرح ایمان کے ان بکے و عویداروں نے آزمائشوں کے دوران اپنے آپ کو اس قرآنی آیت کا مصداق ثابت کیا اور پھر رب کریم نے انکے اس مخلصانہ طرز عمل کی وہ پادہ پائی اور تہودائی فرمائی کہ اپنی کتاب میں انکے طرز عمل کو ایک آئینہ عملی طرز عمل کے طور پر پیش کر دیا تاکہ رہتی دنیا تک اہل ایمان اس سے نوامید و رہنمائی حاصل کرتے رہیں۔

صلوٰۃ العصر کے بعد حسب معمول امیر تنظیم نے ماضی کے سوالوں کے جواب دئے۔ ۱۱ اکتوبر کو صلوٰۃ المغرب کے بعد حمدی گل صاحب نے سورۃ النور کے آخری دو کتب کی اجماعی آیت ”یا ایہ الذین امنوا اتقوا اللہ ولتطہرنفس ما قدمت لہ“ پر مشتمل درس قرآن دیا۔ اور آیت مذکورہ میں تقویٰ اور آخرت کے لئے تیاری کی جو تقویٰ و رہنمائی کی گئی ہے اسکو کتاب وسنت کے مختلف حوالوں سے واضح کیا۔

اشراق و ناصح کے بعد راولپنڈی کے ضلعی الرحمن صاحب نے شرکاء اجتماع کو تجویز کے اصول سکھائے اور پھر ان اصولوں کی روشنی میں قرأت کی مشق کرائی۔

اس کے بعد آزاد کشمیر کے امیر محمد آزاد خان صاحب نے سورۃ البروم کی آیت ”ولا تنکونوا من المشرکین من الذین فرقوا

بینہم“ کے حوالے سے تقریر کی اور قرآن کی متعدد آیات کی روشنی میں تفرقہ بازی اور اس کی ہلاکت خیزی کا جائزہ لیتے ہوئے بیان کیا کہ کس طرح لوگ ایک ہی دین (اسلام) کی تعلیم پانے کے بعد ان کے بارے میں اللہ کی کتاب بیان کرتی ہے ”کلن الناس اعداء و اعداء“ انہیں کی ضد اور عناد کی وجہ سے گروہ بندیوں میں مبتلا کر گمراہی کا شکار ہوئے اور آج یہ آخری امت جس کو واعتصموا بعجل اللہ جمعہا ولا تفرقوا کی تعلیم دی گئی تھی، مختلف فرقوں اور سطحوں میں تقسیم ہو کر وہی نقشہ چٹس کر رہی ہے۔ اسکی قوت اور شوکت پارہ پارہ ہو چکی ہے، اسکی سرقرانی ذات و رسالتی میں تبدیلی ہو چکی ہے مگر قرآن کی آیت مذکورہ کے مصداق اسکا ہر گروہ اور فرقہ اپنے تئیں مسلمان اور مست و مومن ہے۔ حالانکہ اللہ کی کتاب اسکو شرک سے تعبیر کر رہی ہے اور انکی اپنی حالت زار اسکی ہلاکت خیزی کا کھلا ثبوت پیش کر رہی ہے۔

بعد ازاں صوبہ سرحد کے امیر عمر خطاب صاحب نے سورۃ المؤمنین کی آیت ”ومن ذر اللہم یروح الی یوم یسئلون“ کے حوالے سے عذاب برزخ کے موضوع پر تقریر کی۔ اور کتاب وسنت کے متعدد حوالوں کی روشنی میں حیات فی القبر اور سماع موقی کے علاوہ کی تردید کی جو دراصل شرک کی بنیاد ہیں اور اس کے ساتھ ہی عذاب قبر و عذاب برزخ کا صحیح مفہوم واضح کیا جو قرآن وحدیث کی تعلیمات کے مطابق ہے۔ جبکہ آج کے مسلکی گروہ قرآن وسنت کی تعلیمات کے انکار پر مبنی حیات فی القبر کے عقیدے پر یقین رکھتے ہیں۔ حالانکہ قرآن کی واضح اور حکم آیات وہ موتوں اور دو زندگیاں کے اصولی تصور کو پیش کرتی ہیں اور ہلک نے قیامت کے دن انسان کے واضح اور بڑا اعتراف کو بھی سورۃ المؤمنین کی آیت میں نقل کر دیا ہے جس سے اسی اصول اور ضابطے کی تصدیق ہوتی ہے۔

عمر خطاب صاحب کی تقریر کے بعد امیر تنظیم کے اختتامی کلمات یہ یہ عین روزہ تربیتی اجتماع اختتام پذیر ہوا۔ امیر تنظیم نے سورۃ لقمن کی اجماعی آیات سے گفتگو کا آغاز کیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے



فرمایا کہ یہ اجتماع بحسن و خوبی انتہی کو پہنچ جس کے لئے ساتھی دور  
 وراثت سے سفر کر کے آئے۔ اللہ تعالیٰ شرکت کے لئے والوں اور  
 اس دوران مہمان نوازی کا حق ادا کرنے والوں کو پھر پورا اجر سے  
 نوازے۔ آمین، انہوں نے شرکاء اجتماع سے کہا کہ یہ امر باعث صد شکر  
 و اطمینان ہے کہ ہم آپ کو دنیا کی دلتوں میں، کھیل تماشے اور دوسرے  
 امور دلچسپی کے مقابلے میں اس دینی اہمیت کے سلسلے میں اذوق و شوق  
 سے طویل سفر کر کے آنے کی توفیق مل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے  
 اس اذوق و شوق میں مزید اضافہ فرمائے اور ہمیں اس توفیق کا صحیح  
 معنوں میں حق ادا کرنے کی ہمت عطا کرے جو انہی مغفرت اور  
 خوشنودی کے حصول کا ذریعہ ہے۔ آمین، سورۃ لقمان کی یہ آیات بھی کچھ  
 ایسے ہی لوگوں کے احوال اور ان کے درمیان تقابل کی تصویر کشی کر رہی  
 ہیں۔ ایک طرف اس حکمت بھری کتاب کی آیات پر غور و فکر کر کے انکی  
 تعلیمات پر لبیک کہنے والے اور پھر قرہامرواری کی روش اختیار کرنے  
 والے اور دوسری طرف دنیا کی دلتوں اور کھیل تماشے میں مہوش  
 سر مست جو اس حکمت بھری کتاب کی آیات سن کر سنی ان سنی کر دینے  
 اور ان کے مقابلے میں کھیل تماشے اور دلچسپی کی چیزیں لہو لعلیت  
 بخش کر کے اللہ کی مخلوق کو اس کے دین سے پھیرنے والے۔ اللہ تعالیٰ  
 نے دونوں کے انجام کو واضح فرمادیا۔ ایک کے لئے نعمت بھری جنتوں کی  
 خوشنودی اور دوسرے کے لئے رسوا کن عذاب۔ مالک ہمیں اس بد  
 انجامی سے بچائے اور اپنی ترہیحات کو انکی اہمیت کے مطابق طے کرنے  
 کی توفیق بخشنے اور اس توفیق پر استقامت کے ساتھ آگے بڑھنے کی  
 سعادت سے نوازے۔ آمین، ان اجتماعات سے چند افراد فائدہ اٹھاتے  
 ہیں۔ البتہ ان کا فرض ہے کہ وہ اس سلسلے کو آگے بڑھائیں، دوسرے  
 افراد کو تیار کریں۔ یہی مقصد ہونا چاہیے ہماری شرکت کا۔ اس اجتماع  
 سے جاننے کے بعد ہم میں ہر ایک اپنا احتساب کرے کہ کونسا تک مقصد  
 پورا ہوا ہے۔ کیا کئی دکانیں رہ گئی۔ کھانے تک نظم و ضبط کی پابندی کی۔  
 کبھی ہر طرح سے اپنے اندر احساس ذمہ داری کو اجاگر کرنا چاہیے۔

کھاتے پیتے میں بے اعتدالی نہ ہو۔ میاں پر کھنسی سے تفریح کے لئے نہ آئیں  
 بلکہ اجتماع کے اندر اپنے آپ کو حالت احتیاط میں رکھیں۔ اپنی  
 کوتاہیوں پر شرمندہ ہوں اور اپنے رب سے معافی مانگ کر اصلاح احوال  
 کی کوشش کریں۔ مالک ہمیں معاف فرمائے اور اپنی راہ میں توفیق  
 احسن سے نوازے۔ آمین

## سندھ کے دوروں کی رپورٹ

حیثم حق کی اشاعت و ترویج کے لئے اٹھنے والی تحریک میں جمود  
 نہیں بلکہ ہر وقت اس کا فعل و سحرک رہنا لازم ہے۔ دعوت دین کو  
 سکھانے اور آگے بڑھانے کے لئے سفر کرنا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ  
 وسلم کا حکم بھی ہے اور اصحاب رسولؐ کی سنت بھی۔ مزید برآں یہ  
 مومنین صالحین کی تربیت اور ان کے تزکیہ نفس کا موثر ذریعہ ہے۔ اس  
 مقصد کے حصول کے لئے ملک کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے مراکز  
 توحید میں مختلف پروگراموں کا انعقاد کیا جاتا رہتا ہے جس سے ہر علاقے  
 سے دعوت حق کا ساتھ دینے والے شرکت کرتے ہیں۔ الحمد للہ صوبہ  
 سندھ کے اندرونی علاقوں میں آغاز کار تو کئی سال قبل ہو چکا تھا لیکن  
 گزشتہ دو سال سے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کام زیادہ جوش و جذبہ  
 سے کیا جا رہا ہے چنانچہ پچھلے تقریباً چھ ماہ میں چھ پروگرام منعقد کئے گئے  
 جن کی مختصر روداد ذیل میں پیش کی جا رہی ہے۔

## ضلع خیرپور و سکسٹر

خیرپور سبڈس کی تحصیل ٹنگری کے ایک چھوٹے سے گاؤں  
 کنڈلورڈ سے قلعہ رکھنے والے نیک نوجوان مبارک علی صاحب گراچی  
 کے آری آفس میں کام کرتے ہیں جنکی باقی مشغول آباد منگور کالونی میں  
 ہے۔ اس علاقے کے ساتھیوں کی کوشش سے مبارک صاحب نے اس  
 دعوت کو قبول کیا، اپنے عقائد کو درست کیا اور کفر و شرک سے آلودہ



مروجہ آباء وین سے ہر بات کی۔ اور جیسا کہ ہر مومن کی آرزو ہوا کرتی ہے کہ اس بڑے اعزاء و اقرباء بھی اس دعوت حق کو قبول کریں جس پر اس نے بلایک کہا ہے، مہارک صاحب کی بھی یہ دلی خواہش تھی کہ انکے خاندان والے ایمان خالص اختیار کریں۔ اللہ تعالیٰ نے انکی خواہش پوری کی اور انکی کوششوں سے انکے گھرانے کی پانچ خواہشیں اور دو مردوں نے ایمان خالص کی دعوت کو قبول کیا۔ اب یہ لوگ صلہ رحمی، جمعہ وغیرہ کے اجتماعات اپنے گھر میں ہی کرتے ہیں اور جیسا کہ ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے گھنٹوں کی مسلکی عبادت گاہ کا پیش در مولوی اور مروجہ دین کے مانتے والے انکے مخالف ہو گئے ہیں۔ اکتوبر ۱۹۹۷ء میں اس گھان میں ایک پروگرام رکھا گیا، کراچی سے ۹ فوجوالوں کا وفد، اکتوبر کی شب سکھر ایکسپریس سے روانہ ہوا جن میں گوجرانوالہ کے دو ساتھیوں نے بھی شرکت کی۔ انکے وفد ظہر سے قبل گوٹھ کھڑوہ و آرد پور پہنچ گئے۔ گھنٹوں کی اوطاق میں ساتھیوں کے قیام و طعام کا بندوبست کیا گیا۔ کچھ دیر بعد مقامی لوگوں نے آقا شروع کردیا، ساتھی انہیں دعوت ایمان دیتے رہے۔ عصر کے بعد گھان سے کافی دور ایک آبادی راجھوہ کے بازار میں محمود آباد کے ساتھی طارق محمود نے دعوت الی اللہ دی۔ شہر پھر بھی تقسیم کیا گیا۔ بڑی تعداد میں لوگوں نے بات سنی۔ اس کے بعد ایک دوسری جگہ ناکوہا بھی میں منورہ کے ساتھی آصف نے دعوت الی اللہ دی۔ مغرب کے بعد اوطاق میں درس قرآن دیا گیا۔ اوطاق میں ایک دہن سہری بھی قائم ہے جس میں منشی اسپتال کا ایک کمرہ نذر گھنٹوں والوں کا علاج کرتا ہے۔ لوگ کافی تعداد میں جمع ہو گئے تھے۔ لیاقت آباد کے ساتھی منور سلطان صاحب نے آیت الکرسی پر مندرجہ زبان میں درس دیا اور اسکے بعد سوالوں کے جواب بھی مندرجہ زبان میں دئے۔ گھان والوں نے توجہ سے درس متا جھکا اندازہ سوالات کی کثرت سے ہوا۔ اگلے دن ناشتہ کے بعد منور سلطان صاحب نے اجماعی عربی کے کچھ قواعد کی تعلیم دی۔ اسکے بعد مقامی لوگوں سے انفرادی دعوت کا سلسلہ چلا ہوا۔

جن لوگوں نے دین کو ذریعہ معاش بنایا ہوا ہے وہ لوگ ہمیشہ

سے دعوت حق کی قبولیت میں رکاوٹ بنتے رہے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو دین کی خدمت کے نام پر دین میں کفر و شرک و بدعات کو داخل کر کے دین حق کی شکل بگاڑ دیتے ہیں لہذا جب دعوت حق اٹھتی ہے تو یہ ان لوگوں کے دشمن ہو جاتے ہیں جو صحیح دین چاہتی گرتے ہوئے انکی خطیبت کو بے نقاب کرنے کی سعی مہارک میں ملک جاتے ہیں۔ چنانچہ یہاں بھی ایسا ہی ہوا۔ گزشتہ رات کے درمیان کے بعد گاؤں کی مسجد کے مولوی صاحب نے صبح کی افان دیتے ہوئے بہت سی خرافات کے ساتھ ہمارے خلاف بھی بہت کچھ کہا۔ ہمارے مقامی ساتھیوں میں سے کسی نے جا کر انہیں اوطاق میں آکر بات سننے کی دعوت دی تو وہ آئے اور آتے ہی اس بات کی دھمکی دے کر ہمارے مقامی کے پاس گھنٹری کے در سے میں چلو، متاخرہ کر لیں۔ چونکہ متاخرہ بانی یہاں مقصد نہیں۔ اور یہ برسوں کی آزمائش ہوئی بات ہے کہ حق کے دشمن یہ مولوی منشی کبھی دوسرے کی بات نہیں سنتے بلکہ مولویاں سمجھنے سے استعمال کر کے بازاری پن پڑا دیتے ہیں، نظر پڑی اور غل غپاڑہ کرتے ہیں، اس لئے ہم نے ان مولوی صاحب سے کہا کہ ان منشی صاحب کو یہاں اوطاق میں لے آئیں۔ گھر وہ ہمیں یہاں لے جائے یہ بندھے۔ کافی روک ٹوک کے بعد وہ اس بات پر آمادہ ہو گئے کہ عین سوالی لکھ کر دے دو وہ منشی صاحب سے انکے جواب لے آئے ہیں۔ منور سلطان صاحب نے مندرجہ زبان میں وفات النبی، قریر اللہ کی تذکرہ اور دینی امور پر اجوت سے متعلق عین سوالات آیات و احادیث کے حوالے سے مختصر لکھ کر دئے۔ پھر سے کچھ پہلے وہ مولوی صاحب ان سوالوں کے جواب لکھوا کر لے آئے وہ جوابات کیا تھے جس غایت کا شائبہ نہ تھے، وفات النبی کے متعلق صرف اس قدر لکھ کر بات گولی کر دی کہ ہم نے کب کہا کہ نبی کو موت نہیں آتی "اور خراج دے کہ یہ مولویاں پانچویں تھی ورنہ ان کے اپنے اہم کے حقوقات کے مطابق ان کا عقیدہ ہے کہ نبی کو قانون الہی "نکلی نفس ذلقة الموت" پورا کرنے کے لئے صرف ایک لمحے کے لئے موت آئی اور پھر زندگی مل گئی اور اب وہ اپنی قبر میں ازواج



مطرات کے ساتھ شب باٹی فرماتے ہیں۔ اور اپنی امور پر اجرت کے جواز میں لکھا کہ متاخرین نے اس کو جائز قرار دیا ہے، غیر اللہ کی نذر و نیاز کے سلسلے میں لکھا کہ ”و ما اعل“ کے معنی ذبح کرنے کے ہیں۔۔۔ مولوی صاحب یہ مبہم و محصل جوابات دے کر اپنی دانست میں ہمیں غلط ثابت کر کے ٹھیکے جانا چاہتے تھے اور ان غلط جوابات کی حقیقت سننے پر تیار نہ تھے اور اس بات پر مصر تھے کہ وہی بات درست ہے جو مفتی صاحب نے لکھ کر دے دی رہمارے ساتھیوں نے ان کے سامنے قرآن و حدیث کے حوالوں سے وفات اقصیٰ، غیر اللہ کی نذر و نیاز اور اجرت کا مسئلہ اختصار کے ساتھ واضح کیا۔ لیکن مولوی موصوف نے ایک نئی سنی۔ ساتھیوں کو چونکہ اندازہ تھا کہ یہ شخص بعد میں ٹکڑوں میں اپنے مفتی کے جوابات کا بھی چرچا کر کے گمراہی پھیلائے گا اس لئے منور سلطان صاحب نے قرآن و حدیث کے حوالوں سے ان مسائل پر سندھی زبان میں مختصر تحریریں لکھ کر اپنے مقامی ساتھیوں کو دے دیں تاکہ وہ بوقت ضرورت دوسروں کو حقیقت حال سے آگاہ کر سکیں۔ اعلیٰ اللہ یہ پروگرام بہت کامیاب رہا۔ مقامی ساتھیوں کی بہت حوصلہ افزائی ہوئی۔ انہوں نے سندھ کی روایتی مہمان نوازی کا مظاہرہ کیا۔ ظہر کے بعد قافلہ سکھر روانہ ہوا۔ وہاں کے عالم ڈاکٹر شیر انصاری صاحب سے پرانے سکھر میں ملاقات کی۔ محمود آباد کے ساتھی فیروز صاحب کے کچھ عزیز واقارب نئے سکھر میں مقیم ہیں۔ وہاں ان سے بھی ملاقات کی اور انہیں دعوت حق دی۔ عشاء کے بعد اس قافلے نے سکھر چھوڑی اور ذریعے کراچی کی طرف مراجعت کی۔

### کندھ کوٹ (جیکب آباد)

ماہ اکتوبر ہی میں جیکب آباد کی تحصیل کندھ کوٹ کے علاقے کشیدہ کے مسجد توحید میں ایک تربیتی پروگرام ہوا جس میں کراچی اور اندرون سندھ کے علاوہ پنجاب کے قریبی شہروں کے ساتھیوں نے بھی کافی تعداد میں شرکت کی۔ پروگرام کا آغاز ۱۰ اکتوبر کو بعد صلوٰۃ الفجر ہسٹر مشکور دالو کے ابتدائی کلمات سے ہوا۔ عبد الغفار صاحب نے تجویز کے

اصول و اصول کے حروف تہجی کے مطابق جلسے اور اس بات پر زور دیا کہ قرآن کا درست سنی کے ساتھ پڑھا جائے۔ عصر کے بعد معید احمد صاحب نے مذاہب برصغیر پر تقریر کی۔ انہوں نے قرآن و حدیث کے دلائل سے ثابت کیا کہ مذاہب قبر حق سے نکلے وہ دنیا کی قبر میں نہیں ہوتا بلکہ ایک دوسرے عالم میں اچھے ماحول پر روح نما جاتا ہے کیونکہ برزخ آرزو کو بخشتے ہیں جو زندوں اور مردوں کے درمیان قیمت تک عامل ہے اللہ کی دی ہوئی قبر میں ہوتا ہے۔ مغرب کے بعد عظیم رمضان صاحب کی تقریر تھی لیکن وہ کسی وجہ سے نہ آ سکے انکی جگہ عبد الغفار صاحب نے تقریر کی۔ انہوں نے سورۃ الزمر اور دیگر آیات قرآنی کے حوالے سے طاغوت کی جلدگی سے اجتناب پر زور دیا اور مؤثر دلائل کے ساتھ بتایا کہ طاغوت کیا ہے اور اسکی جلدگی کس طرح ہوتی ہے۔ عشاء کے بعد خلیفہ صاحب نے سوالات کے جواب دے کر یہ سلسلہ رات میں دیر تک جاری رہا۔ فجر کے بعد منور سلطان صاحب نے سورہ یونس کے دوسرے رگوع پر دوسرے روز ناشی کے بعد عبد الغفار صاحب نے سورہ لقمان کے حوالے سے شرک کی بلاکت پر سندھی زبان میں تقریر کی۔ ان کی تقریر کافی مدلل تھی اور انہوں نے بہترین انداز میں شرک کی مذمت کو اور توحید کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ اس کے بعد قسم القرآن کا پروگرام ہوا۔ موضوع سورۃ الحکوت کی یہ آیت تھی ”مثل الذین اتخذوا من دین اللہ اولیاء۔ کمثل العنکبوت“۔ اس پروگرام میں سندھ کے ساتھیوں کے ساتھ ساتھ کیر والہ کے ایک ساتھی ظفر مسلم نے بھی شرکت کی۔ مقررین نے مؤثر انداز میں اپنے مطالعہ قرآن کو بیان کیا۔ خلیفہ صاحب کے اختتامی کلمات پر پروگرام ختم ہو گیا۔ مختصر امیر صاحب نے اپنی تقریر میں سیرت و کردار کی تعمید و تقویٰ پر زور دیا اور ایمان کے ساتھ مومنانہ حیات طیبہ کے عملی پہلو کی اہمیت کو اجاگر کیا۔

سید تقی محمد

ضلع ساٹھلہ کی تحصیل شیدا پور میں مین ریلوے لائن کے ساتھ لڑھو تالی ایک قصبہ ہے۔ یہاں ہمارے بیس ساتھیوں کی جتنی



اکثریت کو یوں لوگوں پر مشتمل ہے۔ یہاں کے ذمہ دار افراد بالخصوص پرویز  
اقبال صاحب اپنے ساتھیوں کے ساتھ تربیتی و دعوتی پروگراموں میں  
حصہ لیتے رہتے ہیں۔

۲۵ دسمبر ۱۹۹۹ء کو ایک تربیتی پروگرام اسی مسجد میں ہوا جس  
میں کراچی، میرپورخاص، ساکنڈ اوپنڈ اور کدھ کوٹ کے ساتھیوں نے  
شرکت کی۔ پروگرام کا آغاز عصر کے بعد مقامی ناظمین راجپوت صاحب  
کے افتتاحی کلمات سے ہوا۔ مغرب کے بعد عبدالغفار صاحب نے سورۃ  
الروم کے حوالے سے فرقہ پرستی کی لعنت پر جامع اور مفید خطبہ کیا۔  
عشاء کے بعد سوال و جواب کا پروگرام ہوا۔ ضیف صاحب نے سوالات  
کے جواب دیے۔ اسکے بعد عیدہ کے ناظمین کے ساتھ محترم امیر صاحب  
کی مشاورت ہوئی جس میں ہر طبقے کے دعوتی و باہمی مسائل زیر بحث  
آئے اور اگلے صبح اور دعوتی جہاد کے قیام و تقویت کی تجویز پر غور کیا  
گیا۔ اگلے دن جمعہ تھا۔ فجر کے بعد میرپورخاص کے ناظم محمد اسلم  
راجپوت صاحب نے درس قرآن دیا۔ عاشقہ کے بعد عبدالغفار صاحب  
نے حروف کے مخارج کی آوازیں اور دوسرے اصوات مجموعیہ کے مطابق  
قرائت کی مشق کرائی۔ اسکے بعد دعوت الی اللہ کی مشق تھریو ہوئیں  
جن میں شرکاء نے جہاد و حصہ لیا۔ اس کے بعد ساکنڈ لے ساتھی غلام  
اللہ صاحب نے اصول حدیث کے حوالے سے احادیث سے متعلق  
اصطلاحات بیان کیں اور کچھ ذیلی اصول بھی بیان کئے۔ صلوٰۃ اللہ کی  
تقریر اور خطبہ ضیف صاحب نے دیا جسکے بعد پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

ساکنڈ ضلع کا دوسرا پروگرام عبداللہ علی کی چھٹیوں میں ترتیب  
دیا گیا۔ یہ پروگرام ساکنڈ شہر کے چک ۴۹ میں رکھا گیا جہاں کے ناظم گل  
صاحب ہیں۔ گل صاحب کا تعلق ضلع کمرک صوبہ سرحد سے ہے۔  
پاکستان نیبی میں ملازمت کے دوران بمبئی، کراچی، کراچی میں مقیم  
تھے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد چک ۴۹ میں زرعی اراضی لے کر زمینداری  
کمرہ ہے ہیں۔ اس پروگرام کے لئے کراچی سے آٹھ نو جوانوں کا قافلہ  
اپریل ۱۹۹۹ء کی صبح روانہ ہوا۔ دوپہر میں میرپورخاص پہنچ گئے۔ صلوٰۃ

الغفر و الغفار کا انتظام یہاں کے ساتھی عبداللطیف بخٹور صاحب کے گھر  
پر کیا گیا تھا۔ یہاں سے قافلے میں گیارہ افراد شامل ہو گئے۔ عصر کے بعد  
لوگ ساکنڈ کے چک ۴۹ پہنچے۔ مغرب کے بعد دعوتی نشست ہوئی۔ مقامی  
ساتھیوں اور باہر سے آئے ہوئے اصحاب کے اپنا اپنا تعارف کرایا اور  
بتایا کہ کس طرح ان تک دعوت ملنی چاہی اور انہوں نے کس طرح آجائی  
مسئلہ دین چھوڑ کر دین عالمی اختیار کیا۔ آج عید کا دوسرا دن تھا لیکن  
اسکے باوجود مقامی ساتھیوں نے کافی تعداد میں شرکت کی اور دعوتی  
مہمان توازی کا مظاہرہ کیا۔ عشاء کے بعد رنجیو لائن کراچی کے ساتھی  
عید الوکیل راجپوت صاحب نے وفات النبیؐ پر ایک مؤثر تقریر کی اور  
مقتضی و داعی کے ذریعے سے وفات النبیؐ کو ثابت کیا۔ اسکے بعد عیدیت آباد  
کے ساتھی منور سلطان صاحب نے سوالات کے جواب دیے۔ فجر کے  
بعد محمود آباد کے ساتھی محمد رفیع نے بیسویں پارے کی ابتدائی  
آیات کے حوالے سے اللہ کی وحدانیت پر تفسیر کی اور جھوٹے انہوں کی  
بے حیثیتی بیان کی۔ ناشتے کے بعد میرپورخاص کے ساتھی شکیل صاحب  
نے حروف کے مخارج اور اصول آجوبہ بیان کئے اور ساتھیوں سے سورۃ  
الہائم سن کر غلطی درست کرائیں۔ اسکے بعد دعوت الی اللہ کی مشق  
تھریو کا پروگرام ہوا۔ اس میں ہر ساتھی سے کچھ نہ کچھ کھلایا گیا تاکہ  
ساتھیوں کی جھلک ختم ہو۔ جو لوگ تقریر کرنے میں ہنگامہ تھے ان  
سے یہ درخواست کی گئی کہ کھڑے ہو کر صرف یہی کہیں کہ اللہ کے سوا  
کوئی داناہ حکیم نہیں۔ اس پروگرام میں میرپورخاص کے ساتھیوں نے  
اچھی تقاریر کیں۔ اسکے بعد مطالعہ تہذیب کا پروگرام تھا۔ منور سلطان  
صاحب نے کئی وفات النبیؐ میں سے کچھ حصہ پڑھوایا اور اجتماع صحابہ  
کی حدیث کے ہر لفظ کی قواعدی ترکیب اور معنی و تشریح بتائی۔ آج جمعہ  
تھا۔ ساتھیوں کو صلوٰۃ اللہ کے لئے وقفہ دیا گیا۔ منور سلطان صاحب نے  
جمعہ کا خطبہ دیا۔ صلوٰۃ العصر کے بعد ان ہی کے اختتامی کلمات پر یہ  
پروگرام اختتام کو پہنچا۔



ظلم فہم کے تحت اسلئے ہمارے سامنے ایک تریبی  
پروگرام ترتیب دیا گیا۔ اس پروگرام میں کراچی، راولپنڈی اور لاہور سے  
ساتھیوں نے شرکت کی۔ ساتھی ساتھی بھی کافی تعداد میں تھے۔ پروگرام  
نئی رہائشی تنظیم کے علاقے میں عبداللطیف بخٹور صاحب کے گھر منعقد  
ہوا۔ پروگرام کا آغاز فجر کے بعد نمودار آباد کے ساتھی عبدالرؤف صاحب  
کے دوسرے قرآن سے ہوا۔ انہوں نے اپنے درس میں اسوۂ ابراہیمی پر  
روحانی اہلی اور سورۃ الانبیاء وغیرہ کے حوالے سے انکی خالص توحید اور  
یکسوئی کا خلاصہ اور شرک سے بیزاری کا نقشہ پیش کیا۔ ان کے بعد رفقا  
عام سوسائٹی کے ساتھی خالد عزیز نے اصول تجوید قرائت بیان کئے۔  
اس کے بعد دعوت الی اللہ کی مشقی تقاریر کی گئیں جن میں مقررین نے  
پھر پور طریقے سے شرک و کفر کا رد کیا۔ مذہبی پیشہ وران کی پھیلائی جانے  
والی خرافات کا ذکر کیا اور انکی مذہب حرکات کا مذہب پر اسے میں  
آپیشن کیا۔ انکی تقاریر قرآن وحدیث کے حوالوں سے مزین تھیں۔  
اس کے بعد منور سلطان صاحب نے عربی کی تعلیم دیتے ہوئے اہم اسکی  
اقسام، مفرد مرکب، اس کی اقسام کو مثالوں کے ساتھ پورے پر گئے کہ  
کہلایا۔ اس کے بعد مطالعہ شہید کا پروگرام تھا۔ اس میں منور سلطان  
صاحب نے کتابچہ وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر غور کیا۔ اس کے  
بعد نمودار آباد کے ناظم صابر علی صاحب نے مسطحات حدیث بیان کیں۔  
انہوں نے پورے پر مثالیں کھینچ کر پروگرام کو دلچسپ بنایا۔ صلوٰۃ العظمیٰ کے  
بعد سانگھڑ کے ساتھی غلام اللہ صاحب نے عذاب بردباری پر ایک جامع  
تقریر کی اور قرآنی حوالوں سے دوسو قوں دوزخ گسوں اور قبر کے مردے  
کا سبب دوح ثابت کیا۔ انہوں نے مختلف فرقوں کے شہید کے حوالے  
کیے، بتایا کہ آج ہر فرقے کے عقیدے میں قبر میں زندگی کے بارے میں  
فہم ہے، چاہا ہے۔ انکی تقریر کے ساتھ ہی یہ تریبی نشست اختتام پذیر ہوئی

### ضلع بدین

دارقہ جی کے سینے میں ظلم فہم کے تحت بدین کے ملے غریب

آباد کی مسجد توحید میں ایک تریبی پروگرام ہوا۔ یہ تریبی انوں کا کلی سندھ  
سرخ کا سالانہ اجتماع تھا۔ اس میں کراچی کے ساتھیوں کے علاوہ لاہور،  
میرپورخاص، گندھ کوٹ، سانگھڑ اور شکارپور کے ساتھیوں نے بھی  
شرکت کی۔ پروگرام کا آغاز ۲۲ مارچ ۱۹۹۹ء کو بعد صلوٰۃ العظمیٰ اور اختتامی  
کلمات سانگھڑ کے غلام اللہ صاحب نے کئے۔ اس کے بعد تحریری امتحان ہوا۔  
کچھ بچے تعویذات اور شرک سے تحریری امتحان لیا گیا جس میں کافی تعداد  
میں تریبیوں نے حصہ لیا۔ صلوٰۃ العصر کے بعد بدین کے بازار میں  
منور سلطان صاحب، عبدالرؤف صاحب اور طارق نمودار صاحب نے  
عین مقامات پر دعوت الی اللہ دلی اور کھل کر شرک کی بدنامی سے  
ڈرایا اور توحید خالص کے انعامات بیان کئے۔ بڑی تعداد میں لوگوں نے  
دعوت کو سنا۔ شہید بھی تقسیم کیا گیا۔ مغرب کے بعد تقاریر نشست کھی  
گئی جس میں ہر ساتھی نے اپنے ضروری کوائف بتائے اور اپنے یکسو  
ہونے کا بھی منظر بیان کیا۔ عشاء کے بعد بدین کے حوالے سے سورۃ  
المومنون کے آخری دو گونگی ابتدائی آیات پر منور سلطان صاحب نے  
تقریر کی اور سوالوں کے جواب بھی دئے۔ یہ سلسلہ ولایت و برکت چلتا  
رہا۔ آٹھ دو بج کر کے بعد عبدالرؤف صاحب نے درس قرآن دیا۔  
انہوں نے سورۃ الفرقان کے آخری دو گونگی کے حوالے سے مومنوں کے  
اوصاف بیان کئے اور دیگر آیات کے حوالے سے بتایا کہ صرف ایمان کا  
اقرار ہی کافی نہیں بلکہ اسکے ساتھ اپنے عمل سے اس کا ثبوت بھی دینا  
ضروری ہے اور اپنے اندر وہ مومنانہ صفات پیدا کرنا بھی لازم ہے جو اللہ  
کو محبوب و مطلوب ہیں اور جن سے وہ راضی ہو گا ہے۔ بادشت کے بعد خالد  
عزیز صاحب نے تجویز کے اصول بیان کئے، اپنی فصاحت کے پیش نظر یہ  
پروگرام ہماری ہر تریبی نشست کا حصہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد قلیل وقت  
میں منور سلطان صاحب نے عربی کی تعلیم دیتے ہوئے مرکب تو صغی و  
مرکب اعلائی وغیرہ کی مشق کرائی۔ اس کے بعد خالد عزیز صاحب نے اختتامی  
کلمات کئے اور شرکاء اپنے اپنے گھروں کی طرف لوٹ گئے۔







انہوں نے مجموعی طور پر دعوت کے حامیین اور انکو دی جانے والی دعوت و دعوتی دور میں ہی طبعی السلام اور صحابہ کرام کو پیش آنے والی مشکلات اور ان پر صبر و استقامت کے سلسلے میں ان کے طرز عمل ان تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ آخر میں موضوع سے متعلق مختصر سوال و جواب بھی ہوئے۔

## تیسری نشست

عنوان: "امریکہ میں دین کے نام پر جاری مختلف تحریکوں کا جائزہ" اس عنوان کے تحت بھی مقرر کے فرائض صاحبان الدین صاحب نے ہی انجام دئے اور امریکہ میں سرگرم عمل مختلف تحریکوں کا ان کے عقائد کی روشنی میں جائزہ لیا۔ مسیحیہ الدین صاحب نے جو بنیادی طور پر الیکٹرانکس انجینئریں اور قیامی کپیوٹر سائنس میں پی ایچ ڈی کے آخری مراحل میں ہیں اپنی دونوں تقاریر کے دوران متعلقہ موضوعات کے اہم اور جدید نکات کو واضح کرنے کے لئے بورڈ اور اوور ہیڈ پروجیکشن (Overhead Projection) کا استعمال بھی کیا۔ اس منصوبہ کے لئے وہ ان نکات پر مشتمل سلائیڈز تیار کر کے لائے تھے۔

## چوتھی نشست

اس نشست کے دوران ڈاکٹر عبدالمنعم صاحب نے "دعوت الی الفیر" صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے دور میں "کے عنوان پر منہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں دعوتی ذمہ داریوں کے تعلق سے اظہار خیال کیا۔

## پانچویں نشست

عنوان: "امریکہ میں دعوتی کام اور اس کا طریقہ کار" اس نشست کی نگرانی کے فرائض تحسین عماد صاحب نے انجام دئے۔ یہ دراصل ایک طرح کی مشاورتی نشست تھی جس میں شرکاء اجتماع کو اپنے تجربات کی روشنی میں امریکہ کے اندر دعوتی کام کے آغاز اور اسکو منظم کرنے کے سلسلے میں مشورے اور تجویز و نکتہ حاصل کیے تاکہ آئندہ لائحہ عمل طے کرتے وقت ممکنہ حد تک انکو بھی پیش نظر رکھا

جائے۔ اس نشست کے دوران اس حوالے سے سوال و جواب کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ چنانچہ مختلف مشوروں اور تجویز میں امریکہ بھیہ مشوروں کے اندر دعوتی کام کو سائنسی بنیادوں پر جدید ٹیکنالوجی کو استعمال کرتے ہوئے منظم کرنے پر زور دیا گیا۔

امریکہ میں پہلے اجتماع کے پروگرام کی اس آخری نشست کے بعد کھانے اور صلوٰۃ الطہر کا وقت ہوا۔ صلوٰۃ الطہر کے بعد ارشد ظفر صاحب نے اختتامی کلمات میں شرکاء اجتماع کو پاکستان میں دعوتی سرگرمیوں سے آگاہ کیا اور سورہ آل عمران کے آخری رکوع کے حوالے سے دعوت الی اللہ کی اہمیت اور اس سلسلے میں ان کی ذمہ داریوں کو واضح کیا۔

اس اجتماع کے آخر میں باہمی مشاورت سے درج ذیل امور طے پائے

۱۔ یہ پروگرام سال میں کم از کم ایک مرتبہ منظم کیا جائے۔ اور دسمبر میں جنس آسیانی بعض دشواریوں کے باعث اسکو آگست میں رکھا جائے۔ اس طرح آئندہ اجتماع کا مقام واشنگٹن طے کیا گیا۔

۲۔ مقامی بیت المال کا قیام عمل میں آیا جسکا نگران سیاحی (الطریقہ) کے ساتھی عاطف زرین صاحب کو نامزد کیا گیا۔ اس اتفاق کے ساتھ کہ تمام ساتھی ہر ماہ کچھ نہ کچھ مالی اعانت جمع کریں گے۔

۳۔ امریکہ میں دعوتی کام کے لئے لٹریچر کے ساتھ کمپیوٹر کا استعمال بھی کیا جائیگا۔ اس سلسلے میں یہ بھی طے کیا گیا کہ ایک ہوم پیج (Home Page) بنایا جائے جس میں تنظیم کی تمام کتابوں کے دستیاب انٹرنیٹ تراجم کو انٹرنیٹ کے ذریعے فیڈ کر دیا جائے جو کہ دنیا بھر میں کہیں بھی پڑھے جاسکیں۔ اس کے علاوہ کمپیوٹر سے لوگوں کے ایڈریس حاصل کر کے ان کو "فلاح کا راستہ" کتابچے کا انٹرنیٹ پر بھیجا جائیگا۔ جو کہ کئی ہزار کی تعداد میں ہوگا۔ اس ترجمہ پر تنظیم کا ہوم پیج ایڈریس (Home Page Address) بھی ہوگا۔ خواہشمند افراد مزید کتابیں ہوم پیج (Home Page) پر پڑھ سکیں گے۔ اس طرح امریکہ میں اپنی نوعیت کا







تصور کو قرآن وحدیث کی تعلیمات کے مطابق واضح کیا۔

ماہی کے وقت کے بعد تقریباً آٹھ بجے صبح دوا مرتبہ روز کی پہلی نشست ہوئی، جنکا عنوان سورۃ اقصاء کی آیات ۱۵۵ تا ۱۵۹ تھیں۔ مقرر کے قرائن تحسین خالد صاحب نے انجام دیے۔ انہوں نے مذکورہ آیات اور قرآن وحدیث کے مختلف مباحثوں سے رفع ینسی علیہ السلام کے مسئلہ کی وضاحت کی اور کتاب ومنہ کے اس متعلق طے مسئلہ کے خلاف منکرین حدیث کے شکوک و شبہات اور بے دلیل اعتراضات کا رد کیا۔ تحسین خالد صاحب کی تقریر کے بعد اس موضوع کے متعلق سوال و جواب بھی ہوئے۔ مختصر وقفے کے بعد اگلی نشست ہوئی، جس میں ریاست میری لیجٹ کے ساتھی ڈاکٹر یارون الرشید نے داما ایمان اور دنیا کے جدید کا مطالعہ نظر (Our Emant and the Modern World)

View کے عنوان کے تحت انگریزی میں خطاب کیا، جس میں انہوں نے پہلے ایمان اور اسلام کا فرق بتایا، پھر طائفوں کی نشاندہی کرتے ہوئے شرک کی مختلف اقسام بیان کیں۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ دور میں دنیا نے بہت ترقی کی ہے، لوگ مادی طور پر غمگین اور آسودہ ہیں مگر مذہبی طور پر گمراہی کا شکار ہیں، مختلف مذہبی اسکولز آف ٹھوگٹ (Schools of Thought) وجود میں آگئے ہیں جن کے اسکالرز کی تحریریں لوگوں کے ذہنوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کا باعث بنتی ہیں اور انکی وجہ سے عام آدمی بے ایمانی کا شکار ہے۔ اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ اس روش سے بچ کر کتاب وسنت والے دین اسلام کی طرف رجوع کیا جائے جو امن وسلامتی کا دین ہے اور جس پر عمل پیرا ہونے سے سکون اور الطمان حاصل ہوتا ہے۔

ڈاکٹر یارون الرشید صاحب کے خطاب کے بعد سوال و جواب کا مختصر حیشہ ہوا۔ اور پھر صحیح الدین صاحب نے سورۃ العصر کے حوالے سے دوسرے دن کی آخری تقریر کی اور بیان کیا کہ انسان کے خسارے سے بچنے کے لئے چار شرائط ہیں، ایمان، عمل صالح، تواضعی باحق اور تواضعی بالصبر۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے چارے قرآن کی تعلیمات

کے نمونہ کے طور پر ایک قاعدہ کلیہ بطور یاد دہانی کے اس مختصر سورہ میں انسانوں کی رہنمائی کے لئے بیان کر دیا ہے تاکہ وہ آسانی سے حکم و نکرہ کر اس سے رہنمائی حاصل کر سکیں۔ مصباح الدین صاحب کی تقریر سے متعلق ہائی شاہلہ خیال کے بعد کھانے اور سلو و الظہر کے لئے وقفہ ہوا۔ اور پھر ارشد ظفر صاحب کے اختتامی کلمات پر یہ دو روزہ اجتماع اپنے اختتام کو پہنچا۔ ارشد ظفر صاحب نے شرکاء اجتماع کو ایسے پروگراموں کے تعلق سے انکی ذمہ داریوں کا احساس دلایا کہ اس حوالے سے ہمیں اپنی کوتاہیوں اور کمزوریوں پر نگاہ رکھنی چاہیے تاکہ اصلاح احوال کی صورت پیدا ہو۔ ایسے اجتماعات سے صحیح معنوں میں استفادہ کیا جائے اور باہمی روابط کا سلسلہ بند کر۔

اس اجتماع کے دوران پابندی مشورے سے متعلق ذیل امور طے پائے۔

۱۔ آئندہ اجتماع انشاء اللہ اگست ۱۹۹۹ء میں سیاسی امور پر نہیں ہوگا۔  
۲۔ گزشتہ اجتماع کے طے شدہ امور کا اعادہ کرتے ہوئے طے پایا کہ لٹریچر کی چھپائی باہمی مشاورت سے ہوگی اور بیت المال کے معاملے کو بہتر انداز میں چلایا جائے گا۔

۳۔ حاصل شدہ فنڈز کو لٹریچر کے تراجم، نشر اور انکی چھپائی پر خرچ کیا جائے گا اور انکا ایک حصہ مرکز کو بھی بھیجا جائیگا۔

۴۔ ڈاکٹر یارون الرشید صاحب نے امریکہ میں دیہوں کا ایک اسکول کھولنے کی تجویز دی جس پر غور و فکر اور مزید تجاویز کے لئے مرکز سے رجوع کیا جائے گا۔

ڈاکٹر یارون الرشید صاحب کے والد صاحب نے اس پروگرام میں فیسوی و طبیعی کی اور پروگرام کے بیشتر حصے میں وہ موجود رہے۔

### بقیہ: دینداروں کی یاد کا سند ارجمند

انک ہو جانے کی توفیق عطا فرمائے قبل اس کے کہ ہمیں ڈوبنے لگیں، غیب شہود ہو جائے اور پھر باطل موقف پر جے رہنے کا فیاضہ بھٹکتا ناگزیر ہو جائے۔ آمین (جامی ہے).....



# سلسلہ سوال و جواب

ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی رحمہ اللہ ترتیب: سعید احمد و مستناب احمد

سوال: امام مسعودی نے اس دن روزہ رکھا ہے۔ مسلم کی حدیث میں آیا ہے کہ عید کا روزہ رکھنے کا حکم اللہ تعالیٰ اس کے آئندہ سال کے لئے عید کے روزہ رکھنے کا حکم دے گا۔ حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ نے فرمایا جو شخص یہ روزہ رکھنا چاہے رکھے اور جو نہ رکھے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ یعنی اس معاملہ میں کوئی سختی نہیں ہے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دن روزہ رکھتے تھے۔ وفات کے آخری سال آپ نے فرمایا کہ لَنْ بَقِیْتُ اِلَّا قَابِلٌ لِاصْوَمِ السَّامِعِ یعنی اگر آئندہ سال تک زندہ رہا تو مشرور یا مفروزہ و محرم کا روزہ رکھوں گا۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات کی شرح میں اختلاف ہوا ہے۔ بعض نے کہا کہ محرم کا روزہ آپ نے زائد رکھا یعنی ۱۰ اور ۱۱ محرم دونوں دنوں کے روزے رکھنے کا حکم دیا تاکہ یہودیوں کی مشابہت نہ ہو اور ان کے خلاف کیا جائے۔ یہودیوں کا جو رعب دینے کی قریب کی آبادی اور دنیا میں پھایا ہوا ہے وہ باقی ہے۔ بعض نے کہا کہ اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ عید کا روزہ رکھنے میں ایک طرح کی تبدیلی لائیں گا، یعنی ۱۰ محرم کی بجائے ۱۱ محرم کا روزہ رکھوں گا۔ لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اگر آئندہ سال تک زندہ رہا تو۔ مگر آپ کو مصلحت نہ ملی اور آپ ایسا نہ کر پائے۔ اس لئے مناسب یہی ہے کہ وہ کی بجائے ۱۰ محرم عید کا روزہ رکھے۔ قناعت کی جگہ جیسا کہ پہلے ہوتا آیا ہے۔

سوال: امام مسعودی نے اس دن روزہ رکھا ہے۔ مسلم کی حدیث میں آیا ہے کہ عید کا روزہ رکھنے کا حکم اللہ تعالیٰ اس کے آئندہ سال کے لئے عید کے روزہ رکھنے کا حکم دے گا۔ حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ نے فرمایا جو شخص یہ روزہ رکھنا چاہے رکھے اور جو نہ رکھے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ یعنی اس معاملہ میں کوئی سختی نہیں ہے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دن روزہ رکھتے تھے۔ وفات کے آخری سال آپ نے فرمایا کہ لَنْ بَقِیْتُ اِلَّا قَابِلٌ لِاصْوَمِ السَّامِعِ یعنی اگر آئندہ سال تک زندہ رہا تو مشرور یا مفروزہ و محرم کا روزہ رکھوں گا۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات کی شرح میں اختلاف ہوا ہے۔ بعض نے کہا کہ محرم کا روزہ آپ نے زائد رکھا یعنی ۱۰ اور ۱۱ محرم دونوں دنوں کے روزے رکھنے کا حکم دیا تاکہ یہودیوں کی مشابہت نہ ہو اور ان کے خلاف کیا جائے۔ یہودیوں کا جو رعب دینے کی قریب کی آبادی اور دنیا میں پھایا ہوا ہے وہ باقی ہے۔ بعض نے کہا کہ اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ عید کا روزہ رکھنے میں ایک طرح کی تبدیلی لائیں گا، یعنی ۱۰ محرم کی بجائے ۱۱ محرم کا روزہ رکھوں گا۔ لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اگر آئندہ سال تک زندہ رہا تو۔ مگر آپ کو مصلحت نہ ملی اور آپ ایسا نہ کر پائے۔ اس لئے مناسب یہی ہے کہ وہ کی بجائے ۱۰ محرم عید کا روزہ رکھے۔ قناعت کی جگہ جیسا کہ پہلے ہوتا آیا ہے۔

جواب: اختلاف کے توحید یک یا کچھیں رکعت جائز نہیں ہے۔ مگر حدیث میں اس کے خلاف آیا ہے۔ امام بخاری اس کے مدعی حدیث لائے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھولے سے پانچویں رکعت کے لئے کھڑے ہو گئے تو آپ نے بیٹھنے کی بجائے پانچویں رکعت پوری کی اور اس کے بعد بھروسہ کیا۔ اس لئے امام کو بیٹھنے کی بجائے پانچویں رکعت پوری کر کے بھروسہ کرنا چاہیے۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور اس پر عمل ہونا چاہیے۔

سوال: نو اور اس محرم کے روزوں کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کیا ہے؟ وضاحت فرمائیے۔

جواب: بخاری روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ آئے تو آپ نے یہاں یہودیوں کو دیکھا کہ ۱۰ محرم عید کا روزہ دن روزہ رکھ رہے ہیں۔ آپ نے یہودیوں اور ان کے گھروں سے اس روزہ کے متعلق پوچھا کہ اسکی کیا وجہ ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس دن یعنی اس تاریخ کو پروردگار عالم نے موسیٰ علیہ السلام اور انکی قوم کو فرعونوں سے نجات دی، ہم اس کے شکر ادا کے بعد یہ روزہ رکھتے ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم اس بات کو زیادہ مستحضر ہیں کہ اللہ کا شکر ادا کریں اور ہم پر یہ زیادہ واجب دیا ہے۔ اس وقت تک روزے فرض نہیں ہوئے تھے۔ اس زمانہ میں جو عید کا روزہ ہے تو آپ نے انہوں سے اس روزے کے رکھنے کو کہا ہے۔ صحابہ کرام

سوال: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کی خبر پر حدیث میں آیا ہے کہ کون تھے؟

جواب: آپ کا پہلا نکاح جو خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہوا اس کے بارے میں تاریخ میں آتا ہے کہ اس نیک کے رواج کے مطابق اوطالب نے وہ نکاح چھایا تھا۔ لیکن احادیث میں یہ معاملہ واضح نہیں



ہے۔ باقی اسکے بعد اللہ کے نبی کے جو نکاح ہوئے اس میں نہ کسی نے نکاح پڑھائے ہیں اور نہ لزواج و قبول کرایا۔ یہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت کا معاملہ ہے۔ خیر کی فتح کے بعد جب صفیہ رضی اللہ عنہا قید ہو کر آئیں ہیں تو صحابہ کرام نے نکاح اب وکھنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انکو ملک یمن، لوطی جلتے ہیں یا یثی۔ اگر آپ پر وہ کراتے ہیں تو کچھ ٹھیکے کہ یہ آپ کی بیوی ہیں اور اگر پر وہ نہیں کراتے تو لوطی ہیں۔ اور آخر میں جب آپ نے انکو پروردہ کرایا تو جب صحابہ کرام جان گئے کہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو آپ نے لوطی نہیں بنایا بلکہ وہ آپ کی بیوی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نکاح کا نہ پڑھایا جانا اور لزواج و قبول کا نہ کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی۔ ہاتھ اور سوراخ صلی اللہ عنہما کے ساتھ آپ کے نکاح جو گئے میں ہرے اور اسکے بعد جو آپ کے نکاح ہوئے ہیں اس میں بھی اسکا کوئی ذکر نہیں ہے۔

**سوال۔** عام طور پر غلام رسول اور غلام مصطفیٰ عام رکھے جاتے ہیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں دیکھئے کہ یہ صحیح ہے یا غلط۔

**جواب۔** غلام رسول اور غلام مصطفیٰ ہم رکھنا بالکل غلط ہے۔ کوئی بعدہ اور غلام ہو سکتا ہے تو صرف اللہ کا کسی اور کا نہیں اور اگر اس کے معنی صرف نوکر کے لئے جائیں تب بھی صحیح نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "لا تَقْرَبُوا الرِّسَالَةَ وَهَلْ لَكُمْ أَنْتُمْ نَازِلًا" یعنی رسالت نہ کھا کرو بلکہ انظرنا کھا کرو۔ الہی بات جو معنی کے لحاظ سے صحیح ہو اور باطل اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے تو الہی بات اختیار کرو جس سے وہ ظالم فائدہ نہ اٹھا سکے۔ اسی لئے اگر کوئی اس خیال سے کہ وہ غلام کے معنی بعدہ کے نہیں لیتا جو کہ شرک ہے تو جب بھی یہ مشکوک چیز ہے اسکو چھوڑ دینا چاہئے۔ غلام رسول کی جگہ غلام اللہ اور غلام مصطفیٰ کی جگہ غلام الرقین ہو جائے تو اس میں کیا ہو جائے گا اور کیا چلا جائے گا۔ ہاں اس لئے نہیں کیا جاتا کہ اسکے نزدیک ایمان کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔

**سوال۔** ہمارے بزرگ کچھ اس طرح ذکر الہی کرتے ہیں کہ سب مل کر صرف اللہ اللہ کہتے جاتے ہیں۔ اسکے متعلق فرماتے کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

**جواب۔** اللہ کا ذکر تو ہر وقت ہے اور ذکر کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کو ہمیشہ یاد رکھا جائے۔ سب سے بڑا ذکر نماز میں قرآن کا پڑھنا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ایسا ذکر نہیں بتایا جو مفرد کلمہ ہو بلکہ آپ نے سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ وغیرہ ذکر بتائے ہیں، ان میں کوئی اکینا کلمہ نہیں ہے۔ قرآن وحدیث کے خلاف دین بتانے والے بے ایمانوں نے صرف اللہ اللہ کا ذکر بنایا ہے۔ انہی بے ایمانوں نے اللہ اور اس کے رسول کے مقابلے میں یہ تباہی بنایا ہے کہ ہر ایک اللہ کی ذات کا ٹکڑا ہے۔ صرف اللہ اللہ یا کوئی بھی مفرد کلمہ ذکر کے طور پر اللہ کے نبی سے ثابت نہیں ہے۔ اسکے جواب میں کہتے ہیں کہ مسلم کی ایک حدیث آگئی ہے کہ اس وقت قیامت آئیگی جب اللہ اللہ کہنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ یہ تو اس سنتوں میں آیا ہے کہ اس وقت کوئی مسلم مومن نہ ہوگا۔ حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ قیامت مومنین پر پڑائیں گی۔ قیامت سے پہلے سب مومن مرجائیں گے۔ مسلم کی ایک اور روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ جب لا الہ الا اللہ کہنے والا کوئی نہ ہوگا۔ معلوم ہوا کہ اللہ اللہ کہنے والے سے مراد یہ ہے کہ اس وقت کوئی مومن نہ ہوگا سب کافر ہو گئے۔

**سوال۔** جمعہ کا خطبہ کیا اردو میں پڑھنا جائز ہے؟

**جواب۔** جمعہ کا خطبہ اردو میں پڑھنے کی دلیل مجھے معلوم نہیں۔ سنت نبی اور صحابہ کرام کی سنت عربی میں پڑھنے کی ہے۔ بلکہ فرماتا ہے "يا ايها الذين آمنوا اذا نودي للصلاة فاسمعوا لذكر الله" اسے ایمان والو جب جمعہ کے دن نماز کے لئے پکارا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ جاؤ۔ جمعہ کا یہ خطبہ اللہ کا ذکر ہے اور ذکر غیر عربی زبان میں نہیں ہو سکتا۔ چھپے نماز میں یا نماز کے علاوہ قرآن کا پڑھنا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ تھا کہ جمعہ کی اذان کے بعد عربی میں خطبہ دیتے اور یہی صحابہ کرام کا قاعدہ تھا۔ صحابہ کرام نے بڑے بڑے ملک فتح کئے ہیں جن کی زبان عربی نہیں تھی۔ مگر کسی ایک جگہ بھی معلوم نہیں ہے کہ وہاں کی زبان میں یہ خطبہ مستثنیٰ دیا گیا جو کہ ذکر ہے۔ ہاں



مسنون قلب اور اذان سے پہلے میں اردو میں تحریر کرنا ہوں اس وجہ سے کہ عمر رضی اللہ عنہ کہ دور خلافت میں تیس دہری رضی اللہ عنہ صحابی نے عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ کے اس خطبے سے پہلے میں تحریر کو سمجھا ہوں؟ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا تحریر کرو گے مجھے حاکم انہوں نے تقریر سنائی، جب عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اجازت دی۔ تو یہ قلب مسنون سے پہلے ہے۔ اتنی دیر پر میں جمعہ کے خطبہ مسنون سے پہلے تحریر کیا کرتا ہوں اور اذان ہو جانے کے بعد خطبہ مسنون ہے جسکو اللہ نے ذکر فرمایا ہے اور ذکر طہر عربی زبان میں نہیں ہو سکتا اس لئے میں جمعہ کے خطبہ کو اردو یا کسی بھی غیر عربی زبان میں ویت کے اجتماع سے اجتناب کرتا ہوں اور جو لوگ دونوں خطبہ اردو یا کسی اور زبان میں دیتے ہیں میں اسے مناسب نہیں سمجھتا کیوں کہ سنیے پاس اسکی کوئی دلیل نہیں ہے۔

**سوال** نماز کی حالت میں دوسرے آتے ہیں دعا پڑھ کر پڑھتے ہیں؟

**جواب** عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے نماز میں دوسرے آتے تھے میں نے اسی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکو بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ جب ایسا معاملہ ہو تو قعود کرو اور بائیں جانب عین یاں تھکا دو۔ عثمان بن ابی العاص کہتے ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا اور دوسروں نے میرا پیچھا پھیرا۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات کے متعلق لوگوں نے کہا ہے کہ یہ معاملہ اس صورت میں ہے جب کوئی اکیلا نماز پڑھ رہا ہو یا امام ہو اس صورت میں قعود کرے اور بائیں جانب عین یاں تھکا دے۔ اگر صف میں ہے تو صرف قعود پر قیامت کمرے تھکا دے نہیں کیونکہ برابر میں ہو کھڑا ہے اسے معلوم نہیں تم تھکا دو گے تو وہ ہمارے قاکہ میں پر تھکا رہے ہو۔

**سوال** قلب شمالی اور قلب جنوبی میں پچھ مہینے کے دن اور پچھ مہینے کی راتیں ہوتی ہیں وہاں پر روزہ کس طرح رکھا جاسکتا ہے؟

**جواب** قلب شمالی اور جنوبی میں سارا حکم چلتا ہے وہاں پچھ مہینے کی

شعائیں اور اشارے ہوتے ہیں یہ تو ساتھ کے لحاظ سے ہے اور اگر ایسا نہ بھی ہو تب بھی عام دنوں کی طرح روزہ رکھیں اور اظہار کرنا ہوگا جیسا کہ مسلم کی حدیث میں آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہاں ایک گاہ صلاہ لے پڑھا کہ کب تک ہے گا، فرمایا چالیس دن اس میں ایک دن ایسا ہوگا جو ایک سال کے برابر ہوگا اور ایک دن ایک مہینے کے برابر اور ایک دن ایک ہفتے کے برابر ہوگا اور باقی جو دن ہیں وہ تعداد عام دنوں کے برابر ہوں گے۔ اس پر صحابہ کرام نے پوچھا ان دنوں میں ایک سال کے برابر جو دن ہوگا تو اس میں کیا ہم ایک ہی دن کی پانچ نمازیں پڑھیں گے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ اندازہ لگانا یعنی سال میں چھ دن ہوتے ہیں اور چھ نمازیں ہوتی ہیں اس کا اندازہ لگا کر اتنی ہی نمازیں پڑھنا ہوگی۔

اس حدیث میں یہی مسئلہ آگیا ہے۔ قلب شمالی اور جنوبی میں اگر اشارے نہیں بھی ہیں تو اندازہ لگا کر عام دنوں کی طرح پھری اور اظہار کرنا ہوگی جیسا کہ حدیث میں آگیا کہ ایک دن ایک سال کے برابر ہوگا تو روزہ کتنا روزہ حساب کر کے عام دنوں کی طرح اندازہ کر کے پڑھو گے۔ البی بائیں یا بائیں انکا عمل بھی حدیث میں موجود ہے اور یہی تو واضح چیز موجود ہے۔ بعض علاقوں میں البی بار نہیں ہوتی ہیں کہ آٹھ دفعہ سورۃ نظر نہیں آتا۔ اندھیرا ہوتا ہے تو کیا وہاں پر فجر، ظہر، عصر، مغرب کی نمازیں نہیں پڑھی جائیں؟

**سوال** عجمیوں کی حالت میں قربانی کے جانور پر عورت کا پھری پھری جاتا ہے؟

**جواب** قربانی کے جانور کو عجمیوں کی حالت میں نہیں بلکہ عام حالت میں بھی عجمیوں کو ذبح کر سکتی ہیں۔ بخاری نے باب یاد ہے۔ اس میں ابو موسیٰ اشعری کا قول لاتے ہیں۔ ابو موسیٰ اشعری اپنی باتوں کو حکم ہے کہ کہ اپنی قربانی اپنے ہاتھ سے ذبح کر دے۔ عجمیوں کو ذبح کرنے سے تو مولوی اس لئے روکتا ہے کہ اگر عجمی بھی اپنے ہاتھوں سے اپنی قربانی کے جانور کو ذبح کریں گی تو پھر اس سے کون پھری



پھر اسے گاؤں کا تو کاروبار ختم ہو چکا ہے گا۔

## بقیہ رد داؤد علیہ السلام

قلمی اور یہ تقریر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی یہ نکل سکر میں  
قلمی "اصلی ۳۳۹ ظلم الربوب ترجمہ تحف الجواب

اعداد و نگارے ایک طرف قرآن و حدیث کے ذریعے اہلبیاد علیہم  
السلام کی عصمت ان کے مقام و مرتبے کی بخشنی اور اللہ کے دین کو اس کے  
بندوں تک پہنچانے کے لئے انکی مصلحت و دردمندانہ کاوش اور محنت  
و مشقت کو کس طرح و وسعت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور دوسری طرف  
ان "معروف شخصیات" نے جتنا کام آتے ہی لوگوں کی نگاہوں میں احترام  
سے جھک جاتی ہیں، کس دیکھ دہائی سے کتاب و سنت کی تعلیمات اور  
تفصیلات سے صرف نظر کرتے ہوئے اسرائیلی روایات میں مذکور ان  
خبرائے کو محض رنگ آمیزی اور گمراہ کن تاویلات کے ذریعے ذہنی  
عیاشی کے لئے لوگوں میں پھیلا دیا ہے۔ اور ستم خیزی ہے کہ عصمت  
اہلبیاد علیہم السلام کے دامن کو واہدار گریہ والے ان اسرائیلیات کے  
خوش چینوں سے لوگوں کی عقیدت ہے کہ روز افزوں ترستی پارتی ہے اور  
ایسی ہی مستحیوں کے متعلق یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ان کے دم سے  
نور صغیر میں اسلام پھیلا دیا عجیب

حالاً ہی وہ قلمی گمراہی ہے جسکی بدولت انھیں "گناہ محض"  
اور "فہین عالم" جیسے نقابات و خطابات سے نوازا گیا ہے۔ ہسکو پھیلا کر  
انہوں نے لوگوں کی ایک بڑی اکثریت کو براگندہ خیال کیا ہے۔ ہر حال  
دین تصوف کے ان شہسواروں کو بلیوی طور پر اسرائیلیات کی خوش  
چینی کرنے والے ایسے علماء و مفسرین قرآن نے ہی دلائل کے وہ ہے  
لگام گھوڑے قراہ کر گئے ہیں جنہوں نے معاملات کو اس سیم پر پہنچا دیا  
ہے کہ ایک عالم انکی وجہ سے قلمی انتشار کے اس جال میں گرفتار ہے  
جس کے چاروں طرف ہی پھرے وار بیٹھے ہوئے ہیں۔

لہذا انسانیت کو اس قلمی غلطی اور ذہنی سرکوبیت سے غفلت  
کے لئے اس پتھیر جال کو کاٹنے بغیر چارہ نہیں، جو قرآن و حدیث کے  
مطابق کلمی اور واضح دھم کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

سوال : وضو کے دوران کیا سلام کا جواب دے سکتے ہیں؟

جواب : مختصراً لکھا ہے کہ نہیں، لیکن انکا پس اس کے لئے کوئی دلیل  
نہیں ہے، وہ قلمی ہے کہ وضو کے دوران بات بھی نہیں کر سکتے، حالانکہ  
بخاری بیان کرتے ہیں کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے وضو کرتے والوں کو  
وضو کرنے کے دوران نصیحت بھی کی کہ اچھی طرح وضو کرو کیونکہ میں  
نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایڑیوں کے  
لئے آگ کا عذاب ہے، اور حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ  
کے دور خلافت میں عبداللہ بن عباسؓ ان کو وضو بھی کراتے رہے اور  
ان سے بات بھی کرتے رہے کہ سورۃ التحریم کی آیت "ان تجوبا لی اللہ  
فقد صغت قلوبکم" نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کن دو بیویوں سے  
متعلق ہیں، عمرؓ نے وضو کے دوران انکو اس کا جواب بھی دیا۔

## بقیہ : عید میلاد النبیؐ

"جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ تجھ سے نہیں ہے۔"

نبیؐ ہوا کہ اسرار سنت رسول ہی اطاعت رسولؐ ہے اور  
سنت سے انحراف اطاعت رسولؐ سے انکار ہے۔  
اللہ اور اس کے رسولؐ اور اس کے دین سے محبت و عقیدت کا تقاضا  
یہ ہے کہ اللہ کے بتائے ہوئے راستے کو اختیار کیا جائے اور نبی صلی اللہ  
علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کی جائے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ  
وسلم کی اطاعت کر کے ہی ہم اللہ تعالیٰ کے امن و کام کے مستحق ہو سکتے  
ہیں جس کا وعدہ اس آیت میں فرمایا گیا ہے۔

ومن یطع اللہ ورسولہ فاولئک مع الباقین انعم اللہ  
علیہم من البین والصدیقین والشہداء والصلحین  
وحسن اولئک ربنا واللہ اعلم

یعنی جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرے گا تو وہ ان لوگوں کے  
ساتھ ہے جن پر اللہ نے انعام فرمایا یعنی ائمہ، صدیقین، شہداء و  
صلحہ۔ اور ایسے ہی لوگوں کا ساتھ بہت اچھا ہے۔

اللہ ہمیں ایسے لوگوں کا ساتھ نصیب فرمائے۔ آمین



سوا کر لیا ہے۔

مصلوب بن گئے اس آیت کا پوری طرح صداقت تھی۔

من المؤمنين رجال صدقوا ما عاهدوا اللہ علیہ  
الاجواب ۳۳

مومنوں میں ایسے ہیں جو کہ جو عہد انہیں نے اللہ سے کیا  
تھا اس کو بیکار نہ کیا۔

انہوں نے اسلامی تاریخ میں وہ اہمیت نبیوں کی جیونے میں جو  
قیامت تک راہ حق کے چارہ بیجاؤں کیلئے نشانے بنیں گے۔

اللہ کئی لوگوں کے ساتھ ہے

بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے  
بیشک اللہ تقویٰ والوں کے ساتھ ہے  
بیشک اللہ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے

(البقرہ ۱۷۷)  
(البقرہ ۱۷۸)  
(البقرہ ۱۷۹)



اللہ



اللہ کو

لَا يُحِبُّ  
نا پسند ہیں

يُحِبُّ  
پسند ہیں

(البقرہ ۱۷۷) اللہ احسان کرنے والے

جو سے بڑھنے والے

(البقرہ ۱۷۷) آل عمران ۱۱۰ اللہ توبہ کرنے والے

احسان کرنے والے

(البقرہ ۱۷۷) آل عمران ۱۱۰ اللہ صبر کرنے والے

کفر کرنے والے

(البقرہ ۱۷۷)

توبہ کرنے والے

(آل عمران ۱۷۷) اللہ پاک صاف دیکھنے والے

ظلم کرنے والے

(البقرہ ۱۷۷) التوبہ ۱۰۸

پاک صاف دیکھنے والے

(البقرہ ۱۷۷) آل عمران ۱۷۷ اللہ تقویٰ و پیر نگاری والے

شعنی خورے خود پسند اترائے

(آل عمران ۱۷۷) التوبہ ۱۰۸

تقویٰ و پیر نگاری والے

(البقرہ ۱۷۷) آل عمران ۱۷۷

والے غمزدگی کرنے والے

(آل عمران ۱۷۷)

صبر کرنے والے

(البقرہ ۱۷۷) آل عمران ۱۷۷

غیانت کرنے والے

(آل عمران ۱۷۷)

اس پر تقویٰ کرنے والے

(البقرہ ۱۷۷)

برائی سے بچ کر بات کرنے والے

(البقرہ ۱۷۷) آل عمران ۱۷۷

انصاف کرنے والے

(البقرہ ۱۷۷) آل عمران ۱۷۷

نصاڈ بھیلنے والے

(البقرہ ۱۷۷)

انکی راہ میں جہم کو لڑنے والے

(البقرہ ۱۷۷) آل عمران ۱۷۷

انراف کرنے والے

ترقیہ پر مبنی علم پر



اتحاد \_\_\_\_\_ مگر کس بنیاد پر ؟

آج ہر ملک میں آواز ہے کہ مسلمانوں کو جمع کرو، مسلمانوں کو جمع کرو۔ سوال ہے کہ آخر  
اس کو کس چیز پر جمع کیا جائے۔ اگر موجودہ دین پر جو ائمہ اور شیوخ ہیں تو اسے اجتماع سے نالہ - ۹  
اللہ تعالیٰ کے رخصت نہیں دے گا کہ طرز متوجہ نہ ہو کہ بلکہ ہر آئمہ اور شیوخ پر عذاب کے ڈر لگے برتے  
ہو رہے گے۔ ہاں اگر اسے موجودہ دین سے رخصت کا اعلان کر کے خالصہ ٹرائے دینے کا قصد کیا  
جائے تو یہ اجتماع مبارک اور مسیح منور میں حبیب اللہ کو حضور کے ساتھ لے کر پکڑنا  
ہوگا۔ اس اجتماع سے ملک تحقیق کا وعدہ ہے کہ۔ اَنْتُمْ الْاَعْلٰی اِنْ اَنْتُمْ مُؤْمِنٰہ  
تم رہے میرے ہم آئیں گے اگر تم ہو (دنیا اور آخرت) کے تابعدار ہو گے، انہی کو میرے جواز - اس  
زمین کے خلاف تمہارے (حق) میں ہو گے اور اسے مسلمان نہ تمہارے قدم چومے گے۔  
سچ ہے تو چاروں ہمارے دوست و صوبہ انشاء اللہ اسے مقصد کے لئے دینے سے اور آئمہ  
سچے گے۔ اسے کوئی بڑا مسئلہ چرچا یا ہو گا یا نہ ہو۔ وہ جانے والے کا دشمن بننے جائے تو یہ  
چیز تو آئے جائے ہیں۔ اصل یہ بات ہے کہ اسے ملک کے دربار میں اپنے بھائی کا کیا  
بہ گاہ اسے لے ہم فاضلہ بنیامین کے حکم پر ملے کر رہے ہیں اور اسے لقمہ کے ساتھ  
کر اعمال و زمین کا اکیلا مالک ہمارے کفایت کے لئے ہے۔

ابھی ایک آخری بات تو ہائے ہے جس سے یہ فریاد کہ لوگو! اگر اللہ کا دین ہے تو سید تمہارے دل کو اپنی جہت سے کہتا کہ کم از کم اسے دینے کا اتحاد کو اپنے ساتھ لے کر آؤ۔ مگر تم نے یہ کیا فطرت کیا کہ خدا سے اس سے کہہ دو کہ تمہارے لئے خالق اور رب بنا رہا ہو اور وہ قائم کر رہا ہو، تم نے اپنے حق کو خالق اور رب بنا کر کہنے کو اپنے پیچ رکھ دیا ہے۔ تمہارے دین کا یہ سارا کوئی ہے۔ تمہارے اختیار تمہارے کتاب ہے، تمہارے رسالے، اس کے ایک ہی بات کہ چیل کر لاکھ کا نفاق کے عمل کو آزمائے ہو۔

لہ! اس کیل کو اب قونعتم کردو۔۔۔ بہت شوق رکھتا



قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمْ  
اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

مَنْ یُطِيعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اطَاعَ اللّٰهَ ۗ وَمَنْ قُوْلَیْ  
لَمَّا ارْسَلْتُ عَلَیْکُمْ خُفَیْظًا مِّنَ اللّٰهِ ۚ

## نبی کا انکار؟

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کُلُّ امْرِئٍ یَّدْ غُلُوْلٍ الْجَنَّةِ الْاَوْفَى اِلَیَّ  
قَالَ مَنْ یَا اَبِیْ قَالَ مَنْ اطَاعَنِیْ وَخَلَّ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِیْ نَقَلَ اِلَیَّ النَّارَ فَکَلَّهَا حَصَمٌ  
مِیْر جی اُس آیت جنت میں داخل ہو کر سوائے اس کے بس نے انکار کیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ تو انکار  
انکار کرے گا اور کیا اس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہو اور میری میری انفراتی کی تیشی اس نے (میں نے انکار کیا)

قرآن و حدیث کی روشنی میں ان احادیث سے جہاں اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت کو رد و ترک الفاظ میں واضح کیا گیا  
جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی اور آپ کی مخالفت سے روگردانی کے انجام کے بھی واضح کر دیا گیا ہے جہاں اطاعت رسول کی  
اسی اہمیت کے پیش نظر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فتووات اور احکامات کے تقاضا و اہمال کا ایک تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے  
تاکہ انجام کی فکر نہ کرے اس آیت میں اپنے مقام کا تعین کر کے دیکھیں کہ انہیں اپنے آپ کو اللہ کی رحمت اور مغفرت کا مستحق  
بنانے کے لئے اپنے دوسرے انداز عمل میں کیا تبدیلی لانے کی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق بخشنے والا ہے

### اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فروع و احکام

### ایمان و اسلام کے دعوے اول کے عقائد و اعمال

اللہ کے نزدیک سچا بڑا گناہ یہ ہے کہ کسی کو اللہ کا نہ دیکھ دینا  
جائے یا نہ دیکھ دینا اور نہ پکارا جائے۔

(نصاب و کتاب اور بار)

یہ کہ جب بھی سوال کرو اللہ سے سوال کرو اور سب بھی  
انوں کے اسباب بند یا انکو تو اللہ ہی سے دعا مانگو۔

(توحید، سوال و مشورہ، باب التوکل والقدر)

قربوں کو پہلوتے مانگے، ان پر نمازات یا صحبت بنانے اور  
پیشکش سے منع نہ کرو یا مسجد۔

(مسلم، کتاب النجاشی)

ضروریات کے لئے اگر کوئی چیز کو سب کا گناہ بنائے سے منع فرمایا ہے  
موجودہ معاشرتی حالت کے لئے جو چیزیں ایسے ہیں جن کی قربوں کو سب کا گناہ بنادیا جائے

قربوں کی زیادت کر کے والی قربوں پر رخصت فرمائی ہے۔  
(قرآن و حدیث، باب النکاح، باب النکاح، باب النکاح)

یہ کہ جس نے قمریہ لکھا، اس نے ترک کیا۔ اس نے لکھا  
جس نے کوئی چیز لکھی اور اس کے لئے کیا جائیگا اور اس نے

قبروں میں سے والوں کے لئے یہی دعا پڑھیں یہی دعا پڑھیں  
اس کی نوبت اور اس کے لئے یہی دعا پڑھیں یہی دعا پڑھیں

یہ کہ جس نے قمریہ لکھا، اس نے ترک کیا۔ اس نے لکھا  
جس نے کوئی چیز لکھی اور اس کے لئے کیا جائیگا اور اس نے

قبروں میں سے والوں کے لئے یہی دعا پڑھیں یہی دعا پڑھیں  
اس کی نوبت اور اس کے لئے یہی دعا پڑھیں یہی دعا پڑھیں

یہ کہ جس نے قمریہ لکھا، اس نے ترک کیا۔ اس نے لکھا  
جس نے کوئی چیز لکھی اور اس کے لئے کیا جائیگا اور اس نے

قبروں میں سے والوں کے لئے یہی دعا پڑھیں یہی دعا پڑھیں  
اس کی نوبت اور اس کے لئے یہی دعا پڑھیں یہی دعا پڑھیں

یہ کہ جس نے قمریہ لکھا، اس نے ترک کیا۔ اس نے لکھا  
جس نے کوئی چیز لکھی اور اس کے لئے کیا جائیگا اور اس نے

قبروں میں سے والوں کے لئے یہی دعا پڑھیں یہی دعا پڑھیں  
اس کی نوبت اور اس کے لئے یہی دعا پڑھیں یہی دعا پڑھیں

یہ کہ جس نے قمریہ لکھا، اس نے ترک کیا۔ اس نے لکھا  
جس نے کوئی چیز لکھی اور اس کے لئے کیا جائیگا اور اس نے

قبروں میں سے والوں کے لئے یہی دعا پڑھیں یہی دعا پڑھیں  
اس کی نوبت اور اس کے لئے یہی دعا پڑھیں یہی دعا پڑھیں

یہ کہ جس نے قمریہ لکھا، اس نے ترک کیا۔ اس نے لکھا  
جس نے کوئی چیز لکھی اور اس کے لئے کیا جائیگا اور اس نے